



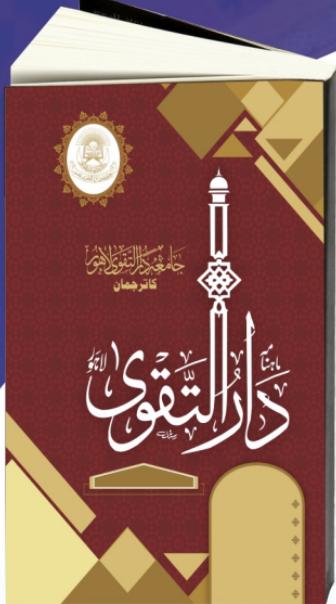
جامعة دار التقوى للهوا  
کاتر جمان

# دار التقوى

ماہنامہ

صفر المظفر ۱۴۲۳ھ / ستمبر 2022ء

- ❖ سیاپ کی تباہ کاریاں اور ہماری ذمہ داری
- ❖ عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت
- ❖ بُنگ نجیب۔۔۔ اسباب و متأثِّر
- ❖ ماہ صفر المظفر کا تعارف و احکامات
- ❖ اشاعت دین میں خواتین کا کردار
- ❖ اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت



جامعہ دارالتفوی الامور  
کاترجمان

مسلسل اشاعت کے 8 سال



علمی، دینی و اصلاحی مجلہ  
ہر فرد ہر گھر اور ہر طبقے کے لیے خود رجہ مفید

## آج ہی رسالہ لگوائیں

اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کی دینی رہنمائی کرتا پناہ فرض سمجھتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ہر موضوع پر انوکھے، اچھوتے مضمایں منتخب کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ صرف معلومات فراہم نہیں کرتا بلکہ تبیری مواد فراہم کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ہمارے معاشی اور معاشرتی مسائل کے حقیقی حل کی نشاندہی کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ ناصرف آپ کی بدلک آپ کی فیملی کی ضرورت ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ بچوں کی تربیت، اساتذہ کی تربینگ اور بڑوں کے رویوں کی درست رہنمائی کرتا ہے

اس لیے کہ یہ رسالہ آپ کے شرعی مسائل کا حل پیش کرتا ہے

سلامت بگنجانی ہے

گھر بیٹھے رسالہ حاصل کرنے کے لئے ابھی رابطہ کریں

سالانہ 600 روپے

MIB BANK

بنک اکاؤنٹ نمبر  
1591001820660001

نامشش اکاؤنٹ

دارالتفوی ٹریسٹ

بنک میں پہنچ کر وہ کسر سید دے گئے جو تمہرے دل اس ایپ کریں

## کاروبار کی تشویہ ربھی اور جامعہ کے ساتھ تعاون بھی

آپ اس سالے میں اپنے کاروبار کا تبیری مواد بھی دے سکتے ہیں

اس کے ساتھ ساتھ اس عظیم کام کی ترویج و اشاعت میں معادن بھی بن سکتے ہیں

اور رسالے خرید کر اپنے دوست احباب سماں پہنچا سکتے ہیں

For order & info

0092-304-4167581



+92-3-222-333-224



[www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org)



f [ijamiadarultaqwa](#)



t [ijamiadarultaqwa](#)



y [ijamiadarultaqwa](#)



+92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)

Mufti Online +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

حضرت اقدس و اکرم مفتی عبدالواحد صاحب حفظہ اللہ علیہ

بدعا

شمارہ 2

صف المظفر ۱۴۴۳ھ / ستمبر 2022ء

جلد 12

## مجالس مشاورت

- حضرت مولانا ناثان صاحب
- حضرت مولانا ناصر شرید صاحب
- حضرت مولانا جبیل الرحمن صاحب

## مجالس ادارت

- مفتی محمد اسماعیل صاحب
- مولانا ناذوالکفل صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مظلہ

نیپر سرپرستی

حضرت مولانا اویس احمد صاحب مظلہ

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی صاحب

مدیر مسئول

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی ملامت ہے

فی شمارہ: 50 روپے  
سالانہ بدل خرچ: 600 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

## خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ جامع مسجد الہمال چوبری چوبری پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905  
سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مفتی آرڈر کریں

پینک اکاؤنٹ نمبر  
1591001820660001

ٹائشل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرست  
ایم آئی بی (مسلم کمرشل پینک)

## مقام اشاعت

جامع مسجد الہمال  
چوبری چوبری پارک لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

## فہرست

ستمبر 2022ء

حرف اولیں

5 مولانا عبدالودود ربانی صاحب

سیاپ کی تباہ کاریاں اور ہماری قومی و دینی ذمہ داری

درس قرآن

12 مولانا عاشق الہی بندر شہری

عقیدہ ختم نبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں

مقالات مضمون

20 ڈاکٹر سمس الدین عظیمی

جگ خیر۔ اسباب و نتائج

26 مفتی راشد ڈسکووی

ماہ صفر المظفر کا تعارف اور متعلقہ احکام

32 مولانا محمد جہان یعقوب

عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت

37 یاسر چعتائی

ویڈیو اور آن لائن گیمز کے بھوک پر منفی اثرات

43 عمر فاروق راشد

ذکر ایک اچھی غلطی کا

46 مولانا محمد شفیق الرحمن علوی

اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت

53 مفتی رضاء الحق

اشاعت دین میں خواتین کا کردار

60 مولانا ماذوا لکھل صاحب

سوانح حضرت حاجی عبدالوحاب صاحب

64 دارالافتاء والارشاد

مسائل آپ کے مسائل کا حل

## حرف اولیں

### سیلا ب کی تباہ کاریاں اور ہماری قومی و دینی ذمہ داری

وطن عزیز اس وقت شدید سیلابی صورتحال سے دوچار ہے، ملک کے اندر بالخصوص پنجاب، آزاد جموں کشمیر، سندھ اور بلوچستان میں آنے والی حالیہ طوفانی بارشوں سے تباہی نے پورے ملک کو ہلاکر کھدیا ہے۔ متأثرہ علاقے ایک بڑی آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ رہی سہی کسر ہمارے روایتی حریف بھارت نے پاکستانی دریاؤں میں پانی چھوٹ کر پوری کر دی ہے جس نے جنوبی پنجاب کی سراینگی پٹی کو شدید متأثر کیا ہے۔ تادم تحریر ملنے والی اطلاعات کے مطابق سینکڑوں دیہات زیر آب آگئے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار سے زائد افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ہزاروں جانور ہلاک اور لاکھوں لاپتہ ہیں۔ بے گھر ہونے والے خاندانوں کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔ عوام کھلے آسمان تک زندگی گذارنے پر مجبور ہیں، ہزاروں ایکٹار اراضی پر گھری فصلیں تباہ ہو گئی ہیں، ہمیشہ کی طرح پاک فوج کے جوان، سرکاری وغیر سرکاری تنظیمیں اور ادارے امدادی کاموں میں مصروف ہیں۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ زخمیوں کے علاج کے لیے خصوصی احکامات دے اور جاں بحق افراد کے ورثاء کو مالی معاوضہ بھی ادا کرے، متأثرین کے لئے خصوصی پیکچ کا اعلان کیا جائے اور متأثرہ علاقوں کو آفت زدہ قرار دیا جائے۔

دریں حالات حکومت کی ذمہ داری تو بنتی ہی ہے کہ وہ متأثرین کی بھرپور معاونت کرے لیکن اس کے ساتھ تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس نازک گھٹری میں تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متأثرین کی مدد کے لئے کربستہ ہو جائیں۔ وفاق اور صوبوں کے درمیان

جاری کشکاش کو فوری طور پر ختم کر کے مرکز اور صوبوں کو متأثرین کی بحالی کے یک نکاتی ایجاد کے پر اپنی پوری توجہ اور وسائل سرف کرنے چاہئیں۔ ہم عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس مشکل گھٹڑی میں متأثرین کے ساتھ کھڑے ہوں، انہیں تہاء نہ چھوڑیں۔ ہم جسد واحد کی طرح ہیں اور پھر ہم ایک ملک کے باشندے ہیں۔ بحیثیت پاکستانی ہم سب کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اپنے ان بھائیوں کی مدد کریں، سیاسی و مذہبی اختلافات اور جماعتی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر یہ کوشش کرنی ہے تاکہ متأثرین جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ دینی مدارس کو چاہیے کہ وہ بھی آگے آئیں اور اپنی مساجد و مدارس کے درود یا ر拜 گھر خاندانوں کے لیے کھول دیں، ان کی کفالت کریں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے میں ان کی مدد کریں اپنے طلباء کی تشكیلیں کریں اور مصیبت زدہ لوگوں کو رسکیو کر کے محفوظ مقامات تک پہنچائیں۔ میری تمام پاکستانیوں سے اپیل ہے کہ وہ متأثرین کے ساتھ دل کھول کر مدد کریں اس سے جہاں پروردگار خوش ہوں گے وہیں متأثرین کا نظام زندگی بھی بحال ہو سکے گا۔ ماضی میں اہالیان پاکستان نے مشکل گھٹڑیوں میں متأثرین کو تہاں نہیں چھوڑ آج بھی اسی جذبے کی ضرورت ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بحیثیت قوم خدا کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے یقیناً یہ ہماری بد اعمالیوں کا ہی نتیجہ ہے،۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے: **وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ** (سورہ الشوری، ۳۰)، یعنی: ”اور تم کو جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور بہت سی چیزوں سے اللہ تعالیٰ درگذر فرماتے ہیں۔“ برائیاں دو طرح کی ہوتی ہیں؛ ایک شخصی و انفرادی، دوسرا ہے: ملی و اجتماعی۔ نیز بعض ملی و اجتماعی غلطیاں بہت دور رس اور خطرناک ہوتی ہیں اور ان کے نقصانات بھی دور رس اور خطرناک ہوتے ہیں اور صدیوں تک اس کے اثرات جاتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو دونوں اعتبار سے اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور جس شخص کے بس میں جس طرح کے اعمال کی درستگی ہو، اس کو اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور جن کے پاس کچھ بھی اسباب نہ ہوں، وہ اپنے لیے اور پورے عالم کے مسلمانوں کے لیے کم از کم دن میں متعدد مرتب توبہ و استغفار اور دعا کا اہتمام کرے، ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار اور دعاوں کا اہتمام

بھی حالات کی تبدیلی میں بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کی دعائیں اس وقت اللہ تعالیٰ کے بیہاں قبول ہوتی ہیں، جب وہ اپنے اعمال کی بھی اصلاح کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، بے دینی اور خدا بیزاری کے ساتھ مخفی ظاہری تدبیر و کوششیں ہرگز کافی یا کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری تو پر کو قبول فرمائے، ہماری خطاؤں سے درگز فرماتے ہوئے آئے ہوئے عذاب سے ہمیں نجات عطا فرمائے، اور ہم سب کو نصوصاً سیالب متاثرین کو اپنے خزانوں سے خیر کشیر عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

## 6 ستمبر۔۔۔۔۔ یوم دفاع پاکستان

6 ستمبر کا دن ہمیشہ ایک باوقار قوم کے لازوال عزم ولو لے اور جوش و جذبے کے استعارے کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ نصف صدی قبل پیش آنے والی غیر معمولی یرومنی جاریت نے اس وقت قوم کے اندر اتحاد، اتفاق، حب الوطنی، احساس ذمہ داری، یک جہتی اور ہم آہنگی کی ایسی بجلیاں بھردی تھیں جن کی آب و تاب نے دشمن کی صفوں کو تھس نہیں کر کے رکھ دیا تھا۔ بلاشبہ وہ لمحات پاکستان کی تاریخ کا ایک منفرد اور جدا گانہ باب ہے جس میں ہمارے جوانوں، بچوں، بوڑھوں، ماوں، بہنوں کے جذبات و احساسات سمیت افواج پاکستان کے بھادر سپوتوں کی لازوال اور بے لوث قربانیوں کی داستانیں سنہرے حروف میں لکھی نظر آتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ 16 روزہ جنگ کے دوران اسباب و وسائل کے اعتبار سے حریف کا پله بھاری اور ظاہری اسباب کے درجے میں یہ جنگ جیتنا پاکستان کے لئے ناممکن تھا۔ لیکن مادیت اور جل کے مقابلے میں ایمان و یقین کی کارثہ انگریزی کا ناظراہ اس وقت دنیا نے دیکھا اور اس شان سے دیکھا کہ خود بھارت کو جنگ کو ان کے لیے عالمی برادری سے مداخلت کی درخواست کرنا پڑی اور بالآخر 22 ستمبر کو معاہدہ جنگ بندی عمل میں لایا گیا۔ کمزور اور پیش ماندہ مملکت خداداد کے ہاتھوں بھارت کو ایسی شرمناک، ذلت آمیز اور عبرت ناک شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا کہ آج تک اس کے سابق فوجی اپنی ہزیریت و ذلت کا اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ 6 ستمبر یوم دفاع پاکستان کے طور پر ہر سال ان شہیدوں اور غازیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے منایا جاتا ہے جنہوں نے وطن عزیز کی سالمیت اور بھتی کے تحفظ

کے لئے عظیم قربانیاں دیں۔ یومِ دفاع پاکستان اس عہد کی تجدید کا دن بھی ہے کہ اگر ہم ایمان، اتحاد اور نظم جیسی اعلیٰ خصوصیات اپنے اندر سو لیں جو بانی پاکستان کے رہنماء صول تھے تو کوئی بھی جارح ہمارے ملک کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جنگ ستمبر کے جذبوں اور ولوں کو از سرفوتازہ کیا جائے اور دشمن کے جارحانہ عزم کے آگے قوت ایمانی کی بدولت سیسیہ پلاٹی دیوار بن جانے کی خاطر قوم کو ڈھنی اور جذباتی لحاظ سے تیار کیا جائے۔ اگرچہ ماضی کے برعکس عسکری اور دفاعی لحاظ سے پاکستان ایک مستحکم اور محفوظ مقام پر کھڑا دکھائی دیتا ہے اور دشمن اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ پاکستان کے خلاف کسی بھی قسم کی جارحیت اسے مہنگی پڑ سکتی ہے اور میدان جنگ میں پاکستان سے جیتنا اس کے بس میں نہیں ہے۔ تاہم دشمن نے اب کی بار ما در وطن کو مجرور کرنے کے لئے اوپھجھے اور مخفی ہتھیاروں کا انتخاب کیا ہے، چنانچہ پاکستان کو داخلی طور پر مختلف طریقوں سے غیر مستحکم اور کمزور کرنے کے لئے نت نے حرbe آزمرا ہے۔ بدستمی سے ہماری ناکام خارجہ پالیسیوں کی بدولت آج ہمارے برادر ہمسایہ مالک بھی دشمن کی صفوں میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آج وطن عزیز جن حالات سے دوچار ہے وہ انتہائی تشویش ناک ہیں۔ اندر وونی اور بیرونی طور پر دشمنان پاکستان ہماری جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف عمل ہیں، ایک طرف بھارت ہے جس کو چین نصیب نہیں، دوسری جانب افغان سرحد پر استعماری قوتیں اسلامی جمہوریہ کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔ بلوجتنان میں ہماری اپنی کوتا ہیوں اور دشمن کی ریشہ دوانیوں کے باعث ہماری فورسز پر حملہ جاری ہیں۔

البتہ یہ امر خوش آئند ہے کہ ہمارے حساس اور قومی سلامتی پر مامور ادارے ہر دم چوکس، جدید حرbi ساز و سامان سے لیں اور بھرپور پیشہ و رانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور بھارتی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے ہر ممکن وسائل بروے کار لار ہے ہیں۔ پاک فوج اپنی ذمہ داریوں سے نہایت عمدگی کے ساتھ عہدہ برآء ہو رہی ہے۔ ضرب عصب کے ذریعے پاکستان دشمن طاقتوں کے ایماء پر ہونے والی دہشت گردی کے ناسور کو جڑ سے اُکھاڑ رہی ہے اور نیشنل ایکشن پلان کے تحت شہری و دیہی علاقوں میں موجود بھارتی ایجنٹوں کا قلع قلع کر رہی ہے۔ تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل فراموش ہے کہ دشمن کو شکست دینے کے لئے

تہاہ حربی طاقت و صلاحیت ہی کافی نہیں ہوا کرتی بلکہ فوج کی پشت پر ایک مضبوط، بہادر اور باہمی تنازعات سے محفوظ قوم کا موجود ہونا بھی از بس ضروری ہے۔ ایک ایسی قوم جس میں 1965ء والا جذبہ ایمانی، وہی جرات، بہادری، عزم و استقلال، مسلسل اور جذبہ حب الوطنی کا رفرما ہو، اس سے ایک طرف ہم اپنی افواج کے شانہ بٹانے بیرونی دشمن کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے تقویت حاصل کریں تو دوسری جانب اندروںی مشکلات کا مقابلہ کرنے میں تحمل و برداشت کا مظاہرہ کریں۔ تاکہ ہماری طرف سے اٹھنے والا کوئی جذباتی قدم دشمن کے ناپاک عزائم کی منزل کو آسان نہ کر دے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت جو داخلی حالات ہیں وہ کسی صورت حوصلہ افزان نہیں ہیں۔ حکمران جماعت اور اپوزیشن جماعتوں میں اختلافات دشمنی کی حدود کو چھوڑ رہے ہیں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی جماعتیں خالص قومی سلامتی کے معاملات میں بھی مل بیٹھنے کو تیار نہیں ہیں۔ اندروںی انتشار کی حامل ریاست کبھی بھی بیرونی جاریت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مقدار جماعتوں کو اپنی روشن بدلنا ہوگی۔ اہل اقتدار پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ قومی سلامتی کے معاملات میں تمام اسٹیک ہولڈرز کو ساتھ لے کے چلے، سیاسی اختلاف اپنی جگہ لیکن سلامتی کے ایشور پر قوم متحد اور مضبوط نظر آنی چاہیے۔

آج کا تاریخ ساز موقع جہاں ہمیں ماشی کے کارناموں پر فخر و نازش کی تلقین کرتا ہے وہاں مقتدر طبقات کو بھی اس پہلو کی جانب غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے کہ قوم کے درمیان پھیلے انتشار و افتراق کے خاتمے کے لئے ملک کی نظریاتی اساس کو از سرنو مضبوط بنایا جائے۔ پاکستان کلمہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا اور اسلام ہی اس ملک کی شناخت ہے۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات کا احیاء کر کے ہی ہم ہمہ جہت مصالیب اور بحرانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو ایک محفوظ و مستحکم، پر امن، خوشحال اور خود محترم پاکستان دے سکتے ہیں۔ یوم دفاع پوری قوم کے لئے اس لحاظ سے تجدید عہد و فاکا دن ہے اور ہر فرد کو یہ عہد کرنا ہے کہ وہ وطن عزیز کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کو زندگی کی سب سے اولین ترجیح بنا کر اس شعور کو اگلی نسلوں تک منتقل کرے گا۔ انشاء اللہ

## 7 ستمبر--- یوم دفاع ختم نبوة

ماہ ستمبر اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ ہم بھیتیت قوم اس مہینے کی ۶ تاریخ کو اپنے وطن کے دفاع کے طور پر مناتے ہیں اور یہ ستمبر جہاں یوم فضائیہ کے طور پر منایا جاتا ہے وہیں اس دن کو ”یوم ختم نبوة“ کے طور پر بھی منایا جاتا ہے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۸ء کو منکرِین ختم نبوت اور انگریزوں کے خود کا شہنشہ پورے ”قادیانیت“ کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ فیصلے کے تحت دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا تھا۔ بلاشبہ یہ فیصلہ مملکت خداداد کی اس نظریاتی اور فکری سرحد کے تحفظ کا غیر معمولی اور لازوال کار نامہ تھا جس کے تحت یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ فرنگی استعمار نے بر صیغہ پر جابرانہ تسلط کے دوران مرزا غلام احمد قادریانی کو مسلمانوں میں فکری انتشار پھیلانے اور انہیں دین متنین کی حقیقی تعلیمات سے بر گشتناہ کرنے کے لئے میدان میں اتارا تھا۔ تاہم بد قسمتی سے قیام پاکستان کے بعد اس کے پیروکاروں کو یہاں پھلنے پھولنے اور اہم ترین حکومتی مناصب تک رسائی کا موقع ملا۔

۱۹۵۲ کی تحریک ختم نبوت میں ہزاروں مسلمانوں نے قیمتی جانوں کے نذرانے عقیدہ ختم نبوة کے تحفظ کے لئے پیش کیے۔ ریاستی جبر کے نتیجے میں ظاہری طور پر یہ تحریک دب گئی لیکن ۱۹۷۴ء میں ملک گیر سطح پر ہونے والے احتجاج نے رنگ دکھایا اور شہداۓ ختم نبوة کی عظیم اور بیش قیمت قربانیاں رنگ لا گئیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ قادریانیوں نے آج تک قومی پارلیمان کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی مختلف حیلے بہانوں سے قادریانی لابی اپنے دجل و فریب کو چھپانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ مرزا قادری ملعون کے پیروکار آج بھی سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ جو لوگ ان کے عقائد و نظریات سے واقف نہیں وہ ان کا بر تاو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں حالانکہ ان کو کسی مسلمان سے کوئی ہمدردی نہیں یہ سادہ اور کم علم مسلمانوں پر اپنے مصنوعی اخلاق کا جال پھیلتے ہیں اور جیسے کوئی جال میں پھنستا ہے تو اس سے اُس کی قیمتی محتاج ایمان چھین لیتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اللہ کریم سے ایمان کی سلامتی اور خاتمه بالا ایمان کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ مرزا ای کبھی ملازمت کا جھانسادے کر، کبھی اٹلی و جرمی کی نیشنلٹی کے نام پر، کبھی کار و بار اور کبھی شادی کا جال پھینک کر نوجوانوں کی

عاقبت خراب کرتے ہیں۔

پاکستان کی پارلیمنٹ کے اس فیصلے کو چار دہائیوں سے زائد کا عرصہ گزرا چکا ہے۔ ہماری نئی نسل قادیانیوں کے عقائد، ان کے دجل و فریب اور ان کی سازشوں سے پوری طرح آگاہ نہیں، انھیں ثابت حکمت عملی و دنائی سے سب بتانے کی ضرورت ہے۔ آج جب یہ طے ہو چکا ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی متفقہ طور پر انہیں غیر مسلم قرار دے چکی ہے تو ضروری ہے کہ قادیانی بھی اس فیصلے کو دل سے تسلیم کریں اور اسلامی شعائر کا استعمال کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے سے باز رہیں۔ اسلامیان پاکستان پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی محتتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس عظیم مشن کو جاری رکھنے کا عزم کریں تاکہ کل قیامت کے دن شفاعت رسول ﷺ کے حقدار ہو سکیں۔ یوم دفاع پاکستان اور یوم تحفظ ختم نبوة ایک ساتھ منانے میں ایک واضح پیغام یہ بھی ہے کہ جس طرح پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے اسی طرح ارض پاک کی اسلامی شناخت اور نظریاتی سرحدوں کا دفاع بھی ہم پر فرض ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزم ہیں۔

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اسلام ہی اس ملک کا سامان بقا اور اس ملک کی شناخت ہے اگر بنیاد اور شناخت قائم رہے گی تو جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ بھی ہو سکے گا۔ جس طرح وطن عزیز کی بقا، سالمیت اور جغرافیائی سرحدات کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے اسی طرح نظریہ پاکستان کا تحفظ بھی ارض پاک کے تمام طبقات کی اولین ذمہ داری ہے۔ آئیے! ہم سب ملکر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے منکرین ختم نبوة کا ہر سطح پر بایکاٹ کریں اور امت کو قادیانیت کے ارتکاب اور کفر سے محفوظ رکھنے کے لئے اس محاذ پر کام کرنے والی تنظیمات کے ساتھ دامے درمے قدمے سخنے اپنا تعاون جاری رکھیں۔

والسلام  
عبدالودود ربانی  
مدیر مسؤول

## عقیدہ ختم نبوت۔۔۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا عاشق الہی بلند شہری

اعوذ بالله من الشیطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنَ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ ۝

ترجمہ:

تمہارے مردوں میں سے محمد کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 40)

تفسیر:

محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اس آیت کریمہ میں اول تو یہ فرمایا کہ تم میں جو مرد ہیں یعنی بالغ افراد ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی کے نبی والد نہیں ہیں، اس میں اس بات کی نفی ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی بھی ایسے شخص کے والد ہوں جو رجولیت کے حدود میں داخل ہو گیا ہو، اس کے عوام میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد ہونے کی بھی نفی ہو گئی۔

آیت میں یہ بتا دیا کہ نبی والد ہونے سے جو باپ بیٹے کے درمیان احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں مثلاً میراث جاری ہونا اور حرمت مصاہرات ثابت ہونا، آپ ﷺ کے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کسی بھی

صحابی کے درمیان ان میں سے کوئی حکم بھی جاری نہیں ہے، اور (رَجَالُكُمْ) اس لیے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار صاحبزادیوں کے باپ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بالغ بھی ہوئیں اور ان کی شادیاں بھی ہوئیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی صاحبزادیوں کی آپ کے سامنے وفات بھی ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بھی وفات ہو گئی، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کے واسطے سے آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے چلی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں صاحبزادے بھی تھے چونکہ وہ سب بھیں ہی میں وفات پا گئے اس بات میں کوئی اشکال نہیں کہ آپ مردوں یعنی بالغ افراد میں سے کسی کے والد نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ بتائی کہ گودہ کسی بالغ مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں بحیثیت رسول ہونے کے ساری امت پر فرض ہے کہ آپ پر ایمان لا نہیں اور آپ کے اکرام اور تو قیر کا ہمیشہ لحاظ رکھیں، اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی بتایا اور یہ اعلان فرمادیا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی بھی نبی قیامت تک آنے والا نہیں ہے۔ اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ آپ کی روحانی نبوت نسبی نبوت سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور افضل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جو صحابہ رضی اللہ عنہم تھے صرف نہیں کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ خاتم النبیین ہیں قیامت تک آپ کے بعد نبی آنے والا نہیں ہے لہذا موجودہ افراد اور ان کی آنے والی نسلیں اور ان کے علاوہ جو بھی اقوام اور قبائل اور افراد ذکور اور انانث (مردوں کی عورت) آپ پر ایمان لا نہیں گے، آپ سب کے روحانی باپ ہیں، آپ کی یہ فضیلت اور منقبت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اپنی دنیا والی زندگی میں چند افراد کے نسبی باپ ہوتے۔ قال صاحب الروح فكانه قيل:

مَا كَانَ مُحَمَّدُ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ (بحیث تثبت بینہ و بینہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حرمة المصاہرة ولكن کان اباکل واحد منکم و ابا ابناکم و ابناء ابناکم و هکذا الى يوم القيامة بحیث یجب له عليکم وعلى من تناصل منکم احترامہ و توقیرہ و یجب علیکم ولن تناصل منکم الشفقة والنصح الكامل (تفسیر روح المعانی والے فرماتے ہیں گویا یہاں (ما کان مُحَمَّدُ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ))



میں یقیناً کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اس طرح تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں کہ اس کے اور حضور ﷺ کے درمیان مصاہرات کی حرمت ثابت ہو ورنہ تو حضور ﷺ تم میں سے ہر ایک کے باپ ہیں اور تمہاری الگی نسلوں کے بھی باپ ہیں اسی طرح قیامت تک سب کے باپ ہیں کہ تم پر اور تمہاری نسلوں پر حضور ﷺ کا اعزاز و احترام واجب ہے اور حضور ﷺ پر تمہارے لیے شفقت اور کامل ہمدردی ہے۔) آپ ﷺ سے پہلے جوانبیاء اور رسول ﷺ تشریف لاتے تھے وہ خاص قوم کے لیے اور محدود وقت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ قیامت تک تمام جنات اور تمام انسانوں اور تمام قوموں اور قبیلوں اور تمام زمانوں اور تمام مکانوں کے بستے والوں کے لیے رسول ہیں اور نبی ہیں کیونکہ نبی عالم ہیں اور رسول خاص ہیں (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ رسول کا اطلاق صاحب شریعت جدیدہ کے لیے ہے اور نبی ہر پندرہ پر صادق آتا ہے صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو) الہذا خاتم النبیین فرمانے سے آپ کے خاتم الرسل ہونے کا بھی اعلان ہو گیا، سورۃ سباء میں فرمایا

وَمَا آزَّ سُلْنَاكَ الْأَكَافَةَ لِلَّذِينَ بَشِّيرًا وَنَذِيرًا وَلِكَنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ  
(اور ہم نے آپ کو نبیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر وصف نبوت سے متصف ہونا یعنی نبوت جدیدہ سے سرفراز کیا جانا ختم ہو گیا ہے اور سلسلہ نبوت آپ کی ذات گرامی پر منقطع ہو گیا اب نبوت جدیدہ سے کوئی بھی شخص متصف نہیں ہو گا۔ ختم نبوت کے مکفر قرآن کے مکفر بیان اسلام سے خارج ہیں: آپ ﷺ کے بعد جو بھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، گمراہ ہے، کافر ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی گمراہ اور کافر ہیں اور آیت قرآنیہ کے مکفر ہیں جس میں صاف اس بات کا اعلان فرمادیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں، احادیث شریفہ صحیح اسانید کے ساتھ بہت زیادہ کثیر تعداد میں کتب حدیث میں مردی ہیں جن میں واضح طور پر بتایا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت اور رسالت ختم ہے۔ ان احادیث کو بعض اکابر نے اپنے رسائل میں جمع بھی فرمایا ہے، قرآن و حدیث کی تصریحات کے باوجود بعض لوگوں نے

نبوت کا دعویٰ کیا خود بھی کافر ہوئے اور اپنے ماننے والوں کو بھی کفر پر ڈالا۔ مفسر ابن کثیر (رض) (جلد ۳ ص ۴۹۴ میں) بہت سی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فمن رحمة الله تعالى بالعباد ارسال محمد (صلى الله عليه وآلہ وسلم) اليهم  
ثم من تشريفه لهم ختم الانبياء والمرسلين به واما ال الدين الحنيف له وقد  
اخبر الله تبارك وتعالي في كتابه ورسوله في السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعده  
ليعلموا ان كل من ادعى هذا البقامة بعده فهو كتاب افاک دجال ضال مضل ولو  
تحرق وشعبذواقي بانواع السحر والطلاسم والنير نجيات فكلها محال وضلال عند  
اولى الbab

یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو ان کی طرف بھیجا پھر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی کی شان ختم نبوت بھی اور آپ پر دین حنیف کی تکمیل بھی بندوں پر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور حضور ﷺ نے اپنی احادیث میں جو کہ متواتر ہیں خبر دے دی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، تاکہ سب پرواخت ہو جائے کہ حضور ﷺ کے بعد جو اس مقام کا دعویٰ کرے گا وہ مکار دجال، جھوٹا ہے خود بھی گمراہ ہے دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اگرچہ وجہ دجال یوں کے کرشمہ دکھائے جو بھی طاسم و زنگیاں دکھائے سب عقل مندوں کے نزدیک بیکار و گمراہی ہیں۔

خاتم النبیین بھی قرأت متوترة ہے: یاد رہے کہ خاتم النبیین حضرت امام عاصم کوئی کی قرأت میں بفتح التاء ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراءت کی قرأت بكسر التاء یعنی خاتم النبیین ہے۔ خاتم (ت کے زبر کے ساتھ) مہر کے معنی میں آتا ہے اور خاتم (ت کے زیر کے ساتھ) صیغہ اسم فعل ہے جس کا معنی ہے ختم کرنے والا، دونوں قرأتوں کا مآل ایک ہی ہے یعنی آخر الانبیاء پس سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین بھی ہیں یعنی آپ کی تشریف آوری سے سلسلہ نبوت ختم ہو گیا، اور خاتم النبیین بھی ہیں یعنی آپ کی ذات گرامی کو نبیوں کے لیے مہر بنادیا گیا، جیسے مہر آخر میں لگائی جاتی ہے اسی طرح آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اب آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ یہ دوسری قرأت جو تاکے زیر کے ساتھ ہے قرأت متوترة

ہے اس کا انکار بھی کفر ہے، ہم نے خصوصیت کے ساتھ یہ قرأت اس لیے ذکر کی ہے کہ بعض مخدوں نے (خَاتَمُ النَّبِيِّنَ) (بفتح التاء) کا ترجمہ (أَفْلَى النَّبِيِّنَ) کر کے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کیا۔

گزشتہ صدی میں نصاریٰ کے کہنے سے پنجاب کے ایک آدمی (مرزا قادریانی) نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا نصاریٰ کو اس سے اپنا مقصد نکالنا مقصود تھا، انہوں نے اس جھوٹے نبی سے جہاد شرعی منسوب کرنے کا اعلان کرایا اور اس کے مانے والوں کو دنیاوی لائق دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا، دنیا کے طالب اس شخص کی جھوٹی نبوت کا اقرار کرتے چلے گئے اور جب ان کے سامنے آیت قرآنیہ (وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَ) پیش کی گئی تو طرح طرح کی تاویلیں کر کے اس کو رد کر دیا اور آیت کے معانی اور مفہوم اپنی طرف سے تجویز کر دیئے اور نبوت کی قسمیں بنالیں، حقیقی اور ظلیٰ و بروزی کی تقسیم جاری کر دی تا وقت تحریر ان لوگوں کی جماعت موجود ہے جو یہود و نصاریٰ کی سرپرستی میں پروش پاتی ہے اور اسلام اور قرآن اور مسلمانوں کی دشمنی میں برابرگلی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ان کے شر سے بچائے۔

یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی کسی آیت کا منکر ہو وہ نبی تو کیا ہو گا ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی نہیں، وہ تولد اور زندگی اور کافر ہے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان مخدوں اور زندگیوں سے چوکناڑیں یہ لوگ ایمان کے ڈاکو ہوتے ہیں۔ (وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا) (اور اللہ ہر چیز کا جانے والا ہے) اس میں قرآنی اعلان کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے تنبیہ ہے اور وعدہ ہے، جو لوگ حضور خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کے بعد کسی دوسرے شخص کی نبوت کے قائل ہیں یا اسلام کے خلاف کوئی بھی عقیدہ رکھتے ہیں، ایسے لوگ یوں نہ سمجھیں کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے اللہ تعالیٰ کو سب کا حال ظاہر و باطن، عقیدہ و عمل معلوم ہیں وہ اس کے مطابق سزادے گا۔ حقیر دنیا کے لیے کفریہ عقائد اختیار کرنے والے اور کفریہ اعمال اختیار کرنے والے اللہ تعالیٰ کی وعدہ سے غافل نہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ ﷺ کی تشریف آوری ختم نبوت کے منافی نہیں : احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ سے صراحتاً اور آیت قرآنیہ (وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتْبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ) سے (علیٰ احد

القولین) اور آیت (وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلشَّاعِرَةِ فَلَا تَمْتَرِنْ بِهَا وَاتَّبِعُونِ) سے (علی احمد القولین) یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے تشریف لاکیں گے اور دجال کو قتل کریں گے، تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے۔

چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت پر عمل کریں گے اور امت محمدیہ سے بھی اسی شریعت پر عمل کرائیں گے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہی نبوت سے سرفراز تھے ایسا نہیں کہ وہ نبی نبوت لے کر آئیں گے بلکہ وہ پہلے ہی سے نبی ہیں جنہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا تھا، دنیا میں آ کر دجال کو قتل کریں گے اور شادی کر کے مسلمانوں کے ساتھ رہ کر وفات پا جائیں گے، اس سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الشہیین ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، شریعت محمدیہ میں جزیہ لینا مشروع ہے وہ اسے منسوخ کر دیں گے، اس منسوخ کرنے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگی دے دی ہے لہذا یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا منسوخ کرنا ہوا۔

حافظ جمال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نزول عیسیٰ بن مریم آخر الزمان“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں ”مجمٌ الكبير للطبراني“ اور ”كتاب البعث والنشور للبيهقي“ سے حدیث نقل کی ہے اور اس کی سند جید بتائی ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں گے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبد الله بن مغفل (رض) قال قال رسول الله يلبت الدجال ما شاء الله  
ثم ينزل عيسى بن مريم مصدقاً بمحيد وعلى ملته اماماً مهدياً وحكماً عدلاً  
فيقتل الدجال

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ چاہے گا دجال رہے گا پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اس حال میں کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں گے ہدایت کے امام ہوں گے حاکم و عادل ہوں گے اور پھر آپ دجال کو قتل کریں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِه لِيُوشَكَنَ أَن يَنْزَلَ فِيْكُمْ إِبْرَاهِيمَ حَكِيْمًا عَدْلًا) (الحدیث) (باب نزول عیسیٰ علیہ السلام ص ۴۹۰) قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم حاکم عادل بن کرناز ہوں گے۔ لفظ حکماً کی تشریع کرتے ہوئے حافظ ابن حجر العسقلی "فتح الباری جلد ۶ ص ۴۹۱" میں لکھتے ہیں:

وَالْمَعْنَى أَن يَنْزَلَ حَاكِمًا بِهَذِهِ الشَّرِيعَةِ فَإِنْ هَذَا الشَّرِيعَةُ لَا تَنْسَخُ بِلِّيْكُونِ عِيسَى (عَلَيْهِ السَّلَامُ) حَاكِمًا وَفِيهِ رَوَايَةُ الْلَّيْثِ عَنْ أَبْنِ شَهَابٍ عَنْ مُسْلِمٍ حَاكِمًا مَقْسُطًا وَالْطَّبَرَانِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفِلٍ يَنْزَلُ عِيسَى إِبْرَاهِيمَ مَصْدَقًا بِمُحَمَّدٍ عَلَى مُلْتَهِ۔ ۱

معنی یہ ہے کہ آپ شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کرناز ہوں گے کیونکہ یہ شریعت باقی ہے منسوخ نہیں ہو سکتی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی کے مطابق حکومت کریں گے۔ اور اسی بارے میں امام مسلم نے لیث عن ابن شہاب کی روایت کی ہے کہ حاکماً سے مراد ہے عادل حکمران اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہو کر اور آپ کی ملت کے تابع ہو کر نازل ہوں گے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: (أَيُّ يَنْزَلُ حَاكِمًا بِهَذِهِ الشَّرِيعَةِ لَا يَنْزَلُ نَبِيًّا بِرَسَالَةٍ مُسْتَقْلَةٍ وَشَرِيعَةٍ نَاسِخَةٍ بَلْ هُوَ حَاكِمٌ مِنْ حَاكَمَ هَذِهِ الْأَلَمَةِ) (صحیح مسلم ج ۱: ص ۷۸) یعنی آپ شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کرناز ہوں گے مستقل نبوت و رسالت اور شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والی شریعت لے کر نازل نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ اسی امت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہوں گے۔

مطلوب یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور شریعت اسلامیہ محمدیہ کے مطابق ہی فیصلہ دیں گے، مستقل نبی نہ ہوں گے اور نہ مستقل شریعت لے کر آئیں گے جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کر دے، وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔ قادریانی جماعت آیت

کریمہ کی تصریح کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہے اور اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کی ہے اور اس کا معنی افضل النبیین بتایا ہے۔ ان جاہلوں کو معلوم نہیں کہ قرأت میں ایک قرأت تاء کے زیر کے ساتھ بھی ہے اس کا انکار کرنا بھی کافر ہے۔

### قادیانی زندلیقوں کا جھوٹ:

قادیانیوں نے ختم نبوت کا انکار کرنے کے لیے ایک یہ بات نکالی تھی کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تشریف لانے کی خبر ہے اس لیے نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا اور ہم جسے نبی مانتے ہیں وہ مستحق ہے۔ ان لوگوں کی تردید کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جگہ جگہ مسیح بن مریم فرمایا ہے، دنیا جانتی ہے اور قادیانیوں کو بھی اس کا عمل ہے کہ مرزا قادیانی کی ماں کا نام مریم نہیں تھا، ملدوں اور زندلیقوں کو قرآن حدیث ماننا نہیں ہوتا، اپنی تاویلات و تحریفات کے پیچھے چل کر ملعون ہوتے ہیں۔

یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کا عقیدہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی۔ ان لوگوں کی اس بات کی تردید حضرات مفسرین کرام اور علماء عظام پہلے ہی کر گئے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستقل رسالت و نبوت کے ساتھ نہیں آئیں گے وہ اسی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیٰۃ کے مطابق عمل کریں گے اور امت محمدیہ سے متعلق اسی سے عمل کرائیں گے جبکہ قادیانی جماعت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت پر نہیں ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت پر ہوتے تو جہاد کو کیوں منسوخ کرتے، جہاد کو منسوخ کرنا ہی تو مرزا قادیانی کا اصل کارنامہ ہے جو اس نے نبوت کا دعویٰ کرانے والی حکومت برطانیہ کو خوش کرنے کے لیے انجام دیا تھا۔ ارے قادیانیو! شرم کرو، اللہ کے سچے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امنی بنو اور جھوٹے نبی کی نبوت کے اقرار سے توبہ کر کے اپنی جانوں کو دوزخ سے محفوظ کرلو، یہ تمہاری خیرخواہی کے طور پر کہا جا رہا ہے۔ (واللہ علی مانقول وکیل)



## جنگ خبر۔ اسباب و نتائج

ڈاکٹر شمس الدین عظیمی

”خبر“، ایک بڑی آبادی یا شہر کا نام ہے۔ یہاں یہودیوں نے کئی مضبوط قلعے بنارکھے تھے۔ یہ نہایت ہی زرخیز علاقہ ہے۔ کھنچی باڑی اور اجناس خور دنوش اس جگہ کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس علاقے کی آب و ہوا قدرے غیر صحیت مند ہے۔ خبر سرز میں عرب پر یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اہل حق نے جب یہودیوں کو بد عہدی، جھوٹ اور فریب کے جرم میں مدینہ سے جلاوطن کیا تو قبیلہ بنو خضر خبر میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ خبر کے یہودی بہادر اور طاقت ور تھے، مسلح تھے، دولت مند تھے۔ خبر کی سوناً اُگلتی زمینوں اور سر سبز و شاداب نخلستانوں کی وجہ سے ان کی معاشی حالت بہت اچھی تھی، آمدنی (income) و افرانی۔ آمدنی کا اکثر حصہ اہل اسلام کو نقصان پہنچانے اور ان کو تباہ و بر باد کرنے کی سازشوں میں خرچ ہوتا تھا۔

حضور ﷺ حدیبیہ کے سفر سے ذوالحجہ میں مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ یہاں آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر کے یہودیوں کی سازشوں کے بارے میں آگاہی ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے باوجود انہوں نے اپنی عادات کے طور طریقے نہیں بدالے۔ وہ لوگ بدستور مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کو خبر کے مضائقات سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ تاکہ مسلمان شمالی ملکوں سے اقتصادی رابطہ قائم نہ کر سکیں۔ یہود کی ریشہ دو انبیوں کو ختم کرنے کے لئے سیدنا حضور ﷺ نے فیصلہ کیا کہ خبر کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ لہذا مدینہ طیبہ میں بیس پچیس روز قیام کے بعد حضور ﷺ نے خبر کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سباع بن عوف طغفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار

حضور ﷺ نبود تھے۔ اسلامی لشکر کی تعداد سولہ سو (۱۶۰) تھی جن میں سے چودہ سو پیل اور دو سو گھڑ سوار تھے۔

### خواتین کی شرکت

غزوہ خیبر میں کچھ خواتین بھی شریک سفر ہوئیں۔ چند خواتین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضور ﷺ غزوہ خیبر میں یہودیوں کے خلاف جنگ کے لئے تشریف لے جائے ہیں ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمیں بھی اپنے ہمراہ لے جائیں تاکہ ہم میدان جنگ میں زخمی مجاہدین کی مرہم پٹ کر سکیں۔ انہیں وقت پر دوا اور پانی دے سکیں۔ ہم لڑائی کے دوران تیراٹھا اٹھا کر لائیں گی اور مجاہدین کو دیں گی۔ اس طرح ہم سپاہیوں کی مدد کریں گی۔ حضور ﷺ نے ان کا یہ جوش اور جذبہ دیکھتے ہوئے اجازت عطا فرمادی۔

### جائے قیام کا انتخاب

خیبر سے تھوڑے فاصلے پر بنوغطفان کے قبائل آباد تھے۔ یہ قبائل یہودیوں کے معاون اور مددگار تھے۔ غزوہ خندق میں بھی یہ مسلمانوں کے خلاف رہے تھے۔ جب بنوغطفان کو اطلاع می کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے جنگجوانوں کو جمع کیا تاکہ اہل خیبر کی مدد کے لئے روانہ ہوں۔ حضور ﷺ نے اعلیٰ حرbi بصیرت سے کام لیتے ہوئے لشکر گاہ کے لئے ایسی جگہ منتخب فرمائی کہ خیبر اور غطفان کا درمیانی راستہ کاٹ ڈالا تاکہ بنوغطفان، اہل خیبر کی مدد نہ کر سکیں۔ دوسری جانب بنوغطفان خیبر کی طرف ایک منزل طے کر چکے تو انہیں شور سنائی دیا وہ سمجھے کہ مسلمانوں نے ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دیا ہے۔ اس خیال سے وہ خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کے لیے آگے بڑھنے کے بجائے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔

### حضور ﷺ کی دعا

دوران سفر ایک دن صحابہ کرام ﷺ نے جوش میں آ کر نہایت بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کرنے شروع کر دیے حضور ﷺ نے فرمایا: ”آہستہ۔۔۔ تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو، نہ غائب کو۔ تم جسے پکار

رہے ہو وہ تمہارے پاس ہی ہے۔“

جب یہ کاروان حدود خیبر میں داخل ہوا تو حضور ﷺ نے کاروان کو قیام کا حکم دیا، سب ٹھہر گئے اور یہ دعا فرمائی：“یا اللہ! آسمانوں اور جن چیزوں پر آپ سایہ فلکن ہیں ان کے رب۔ اے سات آسمانوں اور جوانہوں نے اوپر اٹھایا ہوا ہے ان سب کے رب! ہواوں اور جن کو وہ اڑا رہی ہے ان کے رب! ہم آپ سے ان کے اس گاؤں کی خیر اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہم اس گاؤں کے شر اور اس کے رہنے والوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔“

پھر فرمایا:

”اَقْدِمُوا بِسْمِ اللّٰهِ“

اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

### خیبر کا محل و قوع

خیبر کا قلعہ بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم تھا اور ہر حصہ متعدد قلعوں پر مشتمل تھا۔

۱۔ حصون النطۃ۔۔۔ اس حصہ میں تین قلعے تھے:

الف۔ الناعم      ب۔ الاصبع      ج۔ قلعہ زبیر

۲۔ حصون اشق۔۔۔ اس حصے میں دو قلعے تھے۔

الف۔ حصن الباي      ب۔ حصن براء۔ اس قلعہ کو البرید بھی کہا جاتا تھا۔

۳۔ حصون الکتبیہ۔۔۔ اس حصے میں تین قلعے تھے۔

الف۔ حصن القوص

ب۔ الوضیح

ج۔ سلام

یہودی اپنے اپنے قلعوں میں مورچہ بند ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اہل و عیال کو ”الکتبیہ کے قلعے“ میں ٹھہر دیا۔ اسی قلعے میں مال و اسباب کو بھی محفوظ کر دیا۔ غلے کے انبار اور اسلحہ کے ذخائر ”قلعہ الناعم“ میں

جمع کر دیئے گئے۔

### جنگ کا آغاز

سب سے پہلے حضور ﷺ نے نطاۃ کے قلعوں کو فتح کرنے کا عزم فرمایا اور نطاۃ کے قلعوں میں سب سے پہلے قلعہ الناعم کا محاصرہ کیا اور جلد ہی الناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی فتح ہو گئے۔ البتہ القوص نہایت مستحکم اور مضبوط قلعہ تھا اس کو فتح کرنا ایک مسئلہ بن گیا۔ ہر صبح مسلمان اس قلعے پر حملہ کرتے اور شام کو واپس آجاتے۔ کئی دن تک اس کا محاصرہ جاری رہا۔ خیر کی مضر آب و ہوا کے باعث حضور ﷺ بیمار ہو گئے تو حضور ﷺ نے اپنا پرچم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوج کی کمان سن بھال لی اور قلعہ پر حملہ کیا لیکن شدید مزاحمت کے باوجود کامیابی نہیں ہوئی۔ خراب موسم کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فوج ہو گئے۔ دوسرے روز حضور ﷺ نے ان کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فوج کی قیادت سونپ دی اور پرچم ان کے حوالے کر دیا۔ مگر مضبوط قلعوں پر کوئی ضرب نہیں پڑ سکی۔

### فاتح خیر

یہ صورت حال جب سیدنا حضور ﷺ کے سامنے عرض کی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”کل میں یہ جہنمؑ اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس قلعے کو فتح فرمادیں گے۔“

حضور ﷺ یا رشاد گرامی سب مجاہدین نے سن لیا۔ انکی یہ رات پیچہ و تاب میں گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ یہ جانے کیلئے ازحد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا کیا جائے گا؟ آشوبِ چشم کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو حضرت علیؓ نے سوچا ”حضور ﷺ جہاد پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں بخدا! ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔“

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیر تشریف لے آئے اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

حضور ﷺ ز جمعہ ادا فرما چکے تو جہنمؑ امنگوا یا اور پوچھا:

ماہ مکار لِلتقویٰ

تمبر 2022ء

صفر المظفر 1444ھ



”علیؑ کہاں ہے؟“

عرض کیا: ”ان کی دونوں آنکھیں دُکھرہی ہیں اس لیے یہاں موجود نہیں۔“

حضور ﷺ نے انہیں بلا یا۔ جب حضرت علیؑ حضور ﷺ کے سامنے تشریف لائے تو

عرض کیا: ”مجھے نظر نہیں آتا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا:

”میرے نزد یک آجائے۔“

سیدنا علیؑ فرماتے ہیں: ”حضور ﷺ نے میرا سراپنی گود میں رکھا اور لعاب دیا اور میری آنکھوں پر لگایا، تو اسی وقت میری آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ اور مجھے حضور ﷺ نے اپنا پرچم عطا فرمادیا اور ہدایت فرمائی کہ پہلے دشمنوں کو اسلام کی دعوت دینا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق سے آگاہ کرنا اگر تمہاری تبلیغ سے کوئی ایک آدمی بھی راہِ راست پر آگیا تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ حضرت علیؑ رخصت ہو کر قلعے کے سامنے تشریف لے گئے اور جا کر اپنا جنڈا انصب کر دیا۔ ایک یہودی نے اس قلعے کی چھت سے جھاناکا اور پوچھا: ”آپ کون ہیں؟“ حضرت علیؑ نے فرمایا: ”میں علی ہوں۔“ یہودی کے منہ سے نکلا: ”اس خدا کی قسم! جس نے مویٰ پر توریت نازل کی آپ یہودیوں پر غالب آ جائیں گے۔“

### مبارزت

یہودیوں نے حضرت علیؑ کی دعوت اسلام کو مسترد کر دیا اور لڑائی کیلئے مقابلہ کرنے والے اپنا جنگجو آگے بھیجا۔ حضرت علیؑ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے آگے بڑھے اور پلک جھکنے میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح یہودیوں کی طرف سے کئی جانباز جنگجو آئے اور کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا۔ جنگ خبر کے دوران حضرت علیؑ نے دس دن میں چار قلعوں کو فتح کیا۔ جبکہ بقیہ قلعوں میں رہنے والوں نے خود ہی ہتھیار ڈال دیے۔

”اور اس نے تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا وہ علاقہ دیا جہاں تم نے کبھی پیہ بھی نہیں رکھا تھا اور اسٹ بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“ (سورۃ الاحزاب - آیت 27)

## فتح خیبر کے بعد

فتح خیبر کے بعد پیغمبر اسلام حضور ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ مہربانی اور عفو و درگز رفرما�ا۔ انہیں اجازت دے دی گئی کہ وہ خیبر چھوڑ کر چلے جائیں اور ساتھ گھر یلو سامان لے جاسکتے ہیں۔ کھجوریں، مویشی اور غلہ اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جو یہودی خیبر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے انہیں وہاں رہنے کی اجازت مل گئی اور یہ رعایت بھی حاصل ہو گئی کہ وہ اپنا کاروبار کر سکتے ہیں۔ یہودیوں کی تمام مقدس کتابیں اور دوسرے اہم کاغذات بھی لوٹا دیے گئے۔

### اہمیت و نتائج

۱۔ خیبر کی فتح سے اسلام کی ملکی اور سیاسی حالت کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اسلام کے حقیقی دشمن صرف دو تھے۔ مشرکین اور یہود۔ اگرچہ مذہب اہم مختلف تھے لیکن سیاسی اسباب کی بنا پر ان میں اتحاد پیدا ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے تمام عرب کو اسلام کی مخالفت پر اکسایا تھا۔ جس کا پہلا مظہر خندق کا معرکہ تھا۔ لیکن خیبر کی فتح کے بعد یہود کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور مشرکین کا ایک بازو جاتا رہا۔

۲۔ غزوہ خیبر سے پہلے تمام جنگلیں دفاعی ہوئیں۔ یہ پہلی اقدامی جنگ تھی۔ یہ پہلا علاقہ ہے جسے فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کیا گیا۔

۳۔ فتح خیبر کے بعد اسلامی ریاست کو یقین حاصل ہو گیا کہ وہ جب چاہیں جس وقت چاہیں یہود کو یہاں سے نکال سکتے ہیں۔ اس لئے یہود اپنی شراتوں سے بازا آگئے۔

۴۔ فتح خیبر کے بعد اگر حضور ﷺ چاہتے تو عرب کے جنگی دستور کے مطابق یہودیوں کو قتل کرو سکتے تھے لیکن حضور ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ اس حسن سلوک سے بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔



حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یعنی مسجد میں کتاب اللہ کی تلاوت اور باہم اس کے سیکھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر خصوصی تسکین اترتی ہے، رحمت الہی انہیں ڈھانپ یعنی ہے، فرشتے نہیں گھرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ جل شانہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)

## ماہِ صفر المظفر کا تعارف اور متعلقہ احکام

مفتی محمد راشد سکوی عفان اللہ عنہ

### صفر کے لغوی معنی

اسلامی سال ۱۴۳۳ ہجری کا دوسرا مہینہ ”صفر المظفر“ ہے، صفر کے لغوی معنی: خالی ہونے کے بیں، کسی بھی چیز کے خالی ہونے کو لفظ صفر کے ساتھ بولا جاتا ہے، عرب میں دستوریہ تھا کہ وہ چار حرمت والے مہینوں (رجب المرجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور حرم الحرام) میں بڑائیوں اور آپس کے قتل و قفال سے رُ کر رہتے تھے، چنانچہ حرم ختم ہوتے ہی پاندی ختم ہو جانے کی وجہ سے فوراً وہ جنگ، بڑائی اور دیگر اسفار وغیرہ میں نکل پڑتے تھے، اور ان کے پیچے ان کے جنگجو مردوں سے ان کے گھر خالی ہو جاتے تھے، اسی وجہ سے اس مہینے کو ”صفر“ کا مہینہ کہتے ہیں۔

### صفر کے ساتھ ”المظفر“ لگانے کی وجہ

صفر کے ساتھ عام طور پر ”منظفر“ یا ”خیر“ کا لفظ لگایا جاتا تھا، یعنی: ”صفر المظفر“ یا ”صفر الخیر“، ان الفاظ کے اضافے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اور موجودہ زمانے میں بھی اس مہینے کو منحوس، آسمان سے بلا ڈال اور آفات اترنے والا مہینہ سمجھا جاتا ہے، جب کہ احادیث مبارکہ میں اس کی ختنی سے تردید کی گئی ہے، چنانچہ ان الفاظ کی زیادتی سے ان جاہلناہ اور باطل نظریات کی تردید کرنا مقصود ہے، ”صفر المظفر“ کے معنی: کامیابی والا صفر اور ”صفر الخیر“ کے معنی: نیکی اور بھلائی والا صفر ہیں۔

### ماہِ صفر سے متعلق شرعی احکام

اس مہینے اور اس کے کسی بھی دن سے متعلق کوئی خاص فضائل ثابت نہیں ہیں۔ اور اس مہینے اور

اس کے کسی بھی دن سے متعلق کوئی مخصوص اعمال اور عبادات ثابت نہیں ہیں اسی طرح کوئی مخصوصی نظریات اور اعتقادات بھی ثابت نہیں ہیں۔

### ماہ صفر کے بارے میں جاہلناہ عقائد و نظریات

یہ مہینہ انسانیت میں زمانہ جاہلیت سے ہی منہوس، آسمانوں سے بلائیں اُترنے والا اور آفتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھا جاتا ہے، بعض گھروں میں اس مہینے کی آفات و بلایات سے بچنے کی خاطر احبتائی قرآن خوانی کا اہتمام کروایا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں کسی نئے کاروبار کے آغاز کو بے برکت والا سمجھا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات (شادی، بیویا اور ختنہ وغیرہ) قائم کرنا منہوس سمجھتے تھے۔ اور قابلِ افسوس امریہ ہے کہ یہی نظریہ نسل درسل آج تک چلا آ رہا ہے، حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی صاف اور واضح الفاظ میں اس مہینے اور اس مہینے کے علاوہ پائے جانے والے توهہات اور قیامت تک کے باطل نظریات کی تردید اور نفی فرمادی اور علی الاعلان ارشاد فرمادیا کہ: (اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر) ایک شخص کی بیماری کے دوسرے کو (خود بخود) لگ جانے (کا عقیدہ)، ماہ صفر (میں خوست ہونے کا عقیدہ) اور ایک مخصوص پرندے کی بدشگونی (کا عقیدہ) سب بے حقیقت با تین ہیں۔ ملاحظہ ہو: عن أبي هريرة ﷺ قال: قال النبي ﷺ: "لَا عَدُوٌّ وَلَا صَفَرٌ وَلَا هَامَةٌ"۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5770)

ذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں اس قسم کے فاسد و باطل خیالات و نظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ایسے نظریات و عقائد کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں تلے روند چکے ہیں۔

### ماہ صفر کے بارے میں ایک موضوع اور من گھڑت روایت کا جائزہ

ماہ صفر کے متعلق خوست والاعقیدہ پھیلانے کی خاطر دشمنانِ اسلام نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی روایات پھیلانے جیسے مکروہ اور گھناؤنے افعال سے بھی دریغ نہیں کیا، ذیل میں ایک ایسی ہی من گھڑت روایت (جو ماہ صفر شروع ہوتے ہی سو شل میڈیا پر بہت کثرت سے نشر ہوتی ہے) اور اس پر ائمہ جرج و تعلیل کا کلام ذکر کیا جاتا ہے، وہ من گھڑت حدیث یہ ہے: "مَنْ يَشَرِّنِي بِخُرُوفِ صَفَرٍ  
بَشَرَنِهِ بِالْجَنَّةِ"۔ ترجمہ: "جو شخص مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا، میں اُسے جنت کی

بشارتِ دول گا،“ -

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھا جاتا ہے، طریقہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ اس مہینہ میں نحوست تھی، اس لیے سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس مہینے کے صحیح سلامت گذرنے کی خبر دینے پر جنت کی خوشخبری دی ہے۔

تو اس بارے میں جان لینا چاہیے کہ یہ حدیث صحیح و معتبر نہیں ہے، بلکہ موضوع اور لوگوں کی گھٹڑی ہوئی ہے، اس کی نبی اکرم ﷺ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ انہم حدیث نے اس میں گھٹڑت حدیث کے موضوع ہونے کو واضح کرتے ہوئے اس عقیدے کے باطل ہونے کو بیان کیا ہے، ان انہم میں ملاعی قاری، علامہ عجلو فی، علامہ شوکانی اور علامہ طاہر پنچی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس منگھڑت اور موضوع روایت کو ایک طرف رکھیں، اس کے بالمقابل ماہِ صفر کے بارے میں بہت ساری صحیح احادیث ایسی موجود ہیں جو ماہِ صفر کی نحوست کی نظری کرتی ہیں، تو ایسی صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے موضوع حدیث پر عمل کرنا یا اس کی ترویج کرنا اور اس کے مطابق اپناہ ہن بنانا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ محدثین عظام کی تصریحات کے مطابق مذکورہ حدیث موضوع اور منگھڑت ہے، لیکن اگر کچھ لمحات کے لیے یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو بھی اس حدیث سے ماہِ صفر کے نحوس ہونے پر دلیل پکڑنا درست نہیں ہے، بلکہ اس صورت میں اس کا صحیح مطلب اور مصدقہ یہ ہو گا کہ چوں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ریجِ الاول میں وصال ہونے والا تھا اور آپ ﷺ واپسے ربِ عز و جل سے ملاقات کا بے حد اشتیاق تھا، اس لیے ریجِ الاول کے شروع ہونے کا انتظار تھا، چنانچہ اس شخص کے لیے آپ نے جنت کی بشارت کا اعلان فرمایا جو ماہِ صفر کے ختم ہونے کی (اور ریجِ الاول شروع ہونے کی) خبر لے کر آئے۔

خلاصہ کلام! یہ کہ اس حدیث کا (بصورتِ صحیح ہونے) ماہِ صفر کی نحوست سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، بلکہ اسے محض مسلمانوں میں غلط نظریات پھیلانے کی غرض سے گھٹرا گیا ہے۔

### ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت

ماہِ صفر کے بارے میں لوگوں میں مشہور غلط عقائد و نظریات میں ایک ”اس مہینے کے آخری بدھ“،

کا نظریہ بھی ہے، کہ اس بدھ کو نبی اکرم ﷺ کو بیماری سے شفایلی اور آپ نے غسل صحیح فرمایا، لہذا اس خوشی میں مٹھائیاں بانٹی جاتی ہیں، بعض علاقوں میں پھوری بننا کرتقیم کی جاتی ہے، اور اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ شیرینی تقیم کی جاتی ہے اور بہت سے علاقوں میں تو اس دن خوشی میں روزہ بھی رکھا جاتا ہے اور خاص طریقے سے نماز بھی بڑھی جاتی ہے، حالانکہ یہ بالکل خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ بات ہے، اس دن تو نبی اکرم ﷺ کے مرض وفات کی ابتداء ہوئی تھی، نہ کہ مرض کی انتہاء اور شفاء، یہ انواہ اور جھوٹی خبر دراصل یہودیوں کی طرف سے آپ کی مخالفت میں آپ کے بیمار ہونے کی خوشی میں پھیلائی گئی تھی اور مٹھائیاں تقیم کی گئی تھیں۔ اس باطل نظریے کی تردید میں اکابر علماء نے بہت سے فتاویٰ اور تفصیلی مقالات لکھے ہیں جن سے اس رسم بدھ اور غلط روشن کی اور صفر کے آخری بدھ میں نبی اکرم ﷺ کے شفایاب ہونے یا بیمار ہونے کی اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔

### ماہ صفر کے آخری بدھ روزہ رکھنے کا حکم

ماہ صفر کا آخری پچھار شنبہ بلا ہند میں مشہور بائیں طور ہے کہ اس دن خصوصیت سے نفلی روزہ رکھا جاتا ہے اور شام کو کچوری یا حلوجہ پکا کر کھایا جاتا ہے، عوام اس کو ”کچوری روزہ“ یا ”پیر کاروزہ“ کہتے ہیں، واضح رہے کہ یہ سب کچھ بالکل غلط اور بے اصل ہے، اس [روزہ] کو خاص طور سے رکھنا اور ثواب کا عقیدہ رکھنا بدعت اور ناجائز ہے، نبی اکرم ﷺ اور تمام صحابہ ؓ سے کسی ایک ضعیف حدیث میں [بھی] اس کا ثبوت بالالتزام مروی نہیں اور یہی دلیل ہے اس کے بطلان و فساد اور بدعت ہونے کی، کیونکہ کوئی عبادت ایسی نہیں، جو نبی اکرم ﷺ نے اُمت کو تعلیم کرنے سے بخل کیا ہو۔ (امداد المفتین، ص: 416، دارالاشاعت)

**ماہ صفر کے آخری بدھ میں ایک مخصوص طریقے سے ادا کی جانے والی نماز کا حکم**

اس دن میں روزہ رکھنے کی طرح ایک نماز بھی ادا کی جاتی ہے، جس کی ادائیگی کا ایک مخصوص طریقہ بیان کیا جاتا ہے، اس نماز کو بتلانے والے حضرات صوفیانؓ کرام ہیں، نماز کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ماہ صفر کے آخری بدھ دور کعut نماز، چاشت کے وقت، اس طرح ادا کی جائے کہ پہلی رکعت میں

سورہ فاتحہ کے بعد {قُلِ اللَّهُمَّ كَلِّ الْمُلْكِ} والی دو آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد {قُلِ اذْعُوا اللَّهَ أَوْ اذْعُوا الرَّحْمَنَ} والی دو آیتیں پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود پھیجنیں اور ان الفاظ سے دعا کریں ”اللَّهُمَّ اصْرِفْ عَنِّي شَرَّ هَذَا الْيَوْمِ وَاعصِمْنِي شُوَّدَهْ وَاجْعَلْهُ عَلَيَّ رَحْمَةً وَبِرَّ كَهْ وَجَنِّبْنِي عَمَّا أَخَافُ فِيهِ مِنْ نُحُوسَاتِهِ وَكِرَباتِهِ بِفضلِكَ يَا دَافِعَ الشَّرُورِ، وَيَا مَالِكَ الشَّوْرِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ“۔

اس طریقہ نماز کی تحریک علامہ عبدالحی لکھنؤی رحمہ نے اپنی کتاب ”الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ“ میں کی ہے، آپ لکھتے ہیں کہ ”اس قسم کی مخصوص طریقوں سے ادا کی جانے والی نمازوں کا حکم یہ ہے کہ اگر اس مخصوص طریقہ کی شریعت میں مخالفت موجود ہو تو کسی کے لیے ان منقول طریقوں کے مطابق نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ مخصوص طریقے والی نماز شریعت سے متصادم نہ ہو تو پھر ان طریقوں سے نماز ادا کرنا مخصوص شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے جائز ہے، وگرنہ حب نہیں ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

- (1) ان نمازوں کو ادا کرنے والا ان کے لیے ایسا اہتمام نہ کرے جیسا کہ شرعاً ثابت شدہ نمازوں (فرائض و واجبات وغیرہ) کے لیے کیا جاتا ہے۔
- (2) ان نمازوں کو شارع علیہ السلام سے منقول نہ سمجھے۔
- (3) ان منقول نمازوں کے ثبوت کا وہم نہ رکھے۔
- (4) ان نمازوں کو شریعت کے دیگر مستحبات وغیرہ کی طرح مستحب نہ سمجھے۔

(5) ان نمازوں کا اس طرح التزام نہ کیا جائے، جس کی شریعت کی طرف سے ممانعت ہو۔ جاننا چاہیے کہ ہر مباح کام کو جب اپنے اوپر لازم کر لیا جائے، تو وہ شرعاً مسکروہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ موجودہ زمانے میں ایسے افراد معدوم (نہ ہونے کے برابر) ہیں جو مذکورہ شرائط کی پاسداری رکھ سکیں اور شرائط کی رعایت کیے بغیر ان نمازوں کو ادا کرنے کا حکم اوپر گذر چکا ہے کہ یہ عمل ”نیکی بر باد، گناہ لازم“ کا مصدق اق تو بن سکتا ہے، تقریب

الی اللہ کا نہیں۔

### خلاصہ کلام

اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ”مَنْ بَشَّرَنِيْ بِخُرُوفِ صَفَرِ، بَشَّرَتُهُ بِالْجَنَّةِ“، والی روایت ثابت نہیں ہے، بلکہ موضوع اور من گھڑت ہے، اس کو بیان کرنا اور اس کے مطابق اپناز ہن و عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

نیز ! ماہ صفر کے آخری بدھ کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس دن نبی اکرم ﷺ کی بیماری سے شفاء ملنے والی بات بھی جھوٹی اور دشمنانِ اسلام یہودیوں کی پھیلائی ہوئی ہے، اس دن تو معتبر روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی بیماری کی ابتداء ہوئی تھی نہ کہ شفاء۔

لہذا ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم خود بھی اس طرح کے توهہات و مکرات سے بچیں اور حتیٰ ال渥ع دوسروں کو بھی اس طرح کی خرافات سے بچانے کی کوشش کریں۔

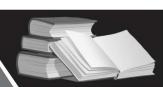
**اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نِيَّكَ مُحَمَّدَ وَآلِهِ وَسَلَامٌ وَعِبَادُكَ الصَّالِحُونَ،  
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَذَّمْتَ نِيَّكَ مُحَمَّدَ وَآلِهِ وَسَلَامٌ وَعِبَادُكَ الصَّالِحُونَ۔**



ہر ماہ با تاعدگی سے شائع ہونے والا

## تربيتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاہبر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی  
موثر تشهیر کے لئے ماہنامہ دارالتحقیقی کا انتخاب کریں



## عقیدہ ختم نبوت کی ضرورت و اہمیت

**مولانا محمد جہان یعقوب**

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے اہم ترین عقائد میں سے ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سلسلہ نبوت کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائی اور اس کی انتہا محمد کی ذاتِ اقدس پر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی، آپ کے بعد کسی کو نبی نہ بنایا جائے گا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں ضرور نازل ہوں گے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوں گے، اس لیے نزول عیسیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ ایک توحضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ محمدیہ پر ہوں گے، دوسرے اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیغمبر بنانے کا بھیجا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا۔ (سورہ توبہ: 33) اسی طرح قرآن کریم میں حق جل شانہ نے تمام پیغمبروں سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بالتوضور بالضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت اور پاسداری کرنا۔ (سورہ آل عمران: 81) یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیائے سابقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الانبیا ہونا تورات و رنجیل اور تمام انبیائے سابقین کے صحیفوں میں مذکور تھا، جو علماء میں کتاب دین اسلام میں داخل ہوئے، انہوں نے بیک زبان ہو کر اس امر کا اقرار اور اعتراف کیا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی صفت پر پایا جیسا کہ ہم نے تورات اور رنجیل میں دیکھا اور پڑھا تھا، اس کے علاوہ آپ کی مہر نبوت بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کی حسی دلیل تھی، جس کو دیکھ کر علمائے یہود اور نصاریٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم نبوت کی شہادت دیتے تھے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چو میں ہزار کے لگ بھگ ہے، جن میں سے رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور آپ خاتم الانبیاء اور آخر الانبیاء ہیں آپ

کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رض کی حدیث میں ہے: ”نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا بجز مبشرات (پے خوابوں) کے۔“ (صحیح بخاری و مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری مثال نبیوں میں ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، جہاں کچھ نہ رکھا، لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے بھالتے اور اس کی بناؤٹ سے خوش ہوتے ہیں، لیکن کہتے ہیں: کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پر کر لی جاتی، پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔ (مسدِ احمد)

حضور ایک حدیث میں فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں ہے میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں ماجی (مٹانے والا) ہوں، اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹادے گا اور میں حاضر ہوں، تمام لوگوں کا حاضر میرے قدموں تسلی ہوگا اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ایضاً)

حضرت ثوبان رض سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔ (ابوداؤد، جلد 2 صفحہ 127)

حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہی ہے اور نہ نبی۔

ختم نبوت کا یہ عقیدہ اجماعی عقائد میں سے ہے، عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سو آیات کریمہ اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ بھی اس پر شاہد عمل ہیں، مفتی عظیم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عقیدہ ختم نبوت کی احادیث روایت کرنے والے جید صحابہ کرام ہیں، جن میں حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رض، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رض، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رض، حضرت سیدنا ابی بن کعب رض، حضرت سیدنا حذیفہ بن ایمان رض، حضرت سیدنا ابو ہریرہ رض، حضرت

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

امت کا سب سے پہلا اجماع بھی اسی مسئلہ پر منعقد ہوا۔ جمۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک امت نے بالا جماع اس لفظ (خاتم النبین) سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ رسول اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں اور اس کا منکر اجماع کا منکر ہو گا۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ 123)

امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

سب سے پہلا اجماع جو اس امت میں منعقد ہوا، وہ مسیلمہ کذاب کے قتل پر اجماع تھا۔ جس کا سبب صرف اس کا دعویٰ نبوت تھا۔ (خاتم النبین ص: 76 ترجمہ ص: 791)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ ان کا کفر قطعی طور سے اجماع امت اور نقل یعنی کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں اسلام کے تحفظ و دفاع کے لیے جتنیں لڑی گئیں، ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کی کل تعداد: 295 ہے، اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کے لیے اسلام کی تاریخ میں پہلی جنگ جو سیدنا صدیق اکبر کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ کی تعداد بارہ سو (1200) ہے، جن میں سے سات سو (700) قرآن مجید کے حافظ اور عالم تھے۔ (مسک الحتم فی ختم نبوت سید الانام) اس سے ختم نبوت کے عقیدہ کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی حضرت خبیب بن زید انصاری خزری رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کی شہادت کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے:

حضرت خبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت نے یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا۔ مسیلمہ کذاب نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! مسیلمہ کذاب نے کہا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں مسیلمہ بھی اللہ کا رسول

ہوں؟ اس پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: میں بہرا ہوں، تیری یہ بات نہیں سن سکتا۔ مسیلمہ بار بار سوال کرتا رہا وہ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو کا شمارہ رہا حتیٰ کہ خبیب کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔

یہی جذبہ ایمانی ہمیں تابعین میں بھی نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری وقت میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنیٰ پیدا ہو، جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لیے مجبور کرتا تھا۔ اسی دوران اس نے حضرت ابو مسلم خولانی کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ تابعی حضرت ابو مسلم خولانی نے صاف انکار فرمادیا۔ اس پر اسود عنیٰ نے ایک خوف ناک آگ دہ کائی اور حضرت ابو مسلم کو اس آگ میں ڈال دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو بے اثر فرمادیا اور وہ اس سے صحیح سلامت نکل آئے۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود عنیٰ اور اس کے رفقا پر ہبیت سی طاری ہو گئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ اسے جلاوطن کر دو، ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارے پیروکار بھی اسلام قبول نہ کر لیں، چنانچہ انہیں یمن سے جلاوطن کر دیا گیا، یمن سے نکل کر یہ جب مدینہ منورہ پہنچنے تو معلوم ہوا کہ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم روپوش ہو چکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرمائکے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن حکے ہیں، انہوں نے اپنی اونٹی مسجدِ نبوی کے دروازے کے پاس بٹھائی اور اندر آ کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ وہاں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے، انہوں نے ایک اجنبی مسافر کو دیکھا تو ان کے پاس آئے اور پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ جواب دیا: یمن سے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً پوچھا: اللہ کے دشمن اسود عنیٰ نے ہمارے ایک دوست کو آگ میں ڈال دیا تھا اور آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا، بعد میں ان صاحب کے ساتھ اسود عنیٰ نے کیا سلوک کیا؟ حضرت ابو مسلم نے فرمایا! ان کا نام عبد اللہ بن ثوب ہے۔ اتنی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست کام کرچکی تھی، انہوں نے فوراً فرمایا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ وہی صاحب ہیں۔ حضرت ابو مسلم نے جواب میں فرمایا! جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرط مسرت و محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور انہیں لیے ہوئے خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوئے، انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

اپنے درمیان بُھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمد یہ ﷺ کے اس شخص کی زیارت کرادی، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا۔ (مسک الخاتم) یہ تو دور صحابہ و تابعین کے دو بزرگوں کے جذبہ ایمانی کی ایک بلکل سی جھلک تھی، ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ کسی بھی دور میں امت مسلمہ نے اس اہم ترین مسئلے میں کسی قسم کے تباہ و تکاسل اور سستی و غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ کسی بھی دور میں ختم نبوت کے عقیدے سے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ ایک طرف تو مسلمانوں کی صفوں میں موجود ناسور اس عقیدے پر نق卜 لگانے کی کوشش ہر دور میں کرتے رہے، دوسرے عالم کفر نے بھی ایسے عناصر کی ہمیشہ ہی پلیٹھونگی، حوصلہ افزائی ہی نہیں، پشت پناہی کی، جس کی وجہ سے ان فتوؤں کا سلسہ بھی روز افزوں رہا۔ اس پر فتن دوڑ میں بھی اس اہم ترین عقیدے پر ضرب لگانے یا کم از کم اس عقیدے کو بے اثر کرنے کی کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو یہ بات جان اور سمجھ لینی چاہیے کہ جو کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتا ہے یا اس کی کوئی ایسی تعبیر و تشریح کرتا ہے جو امت مسلمہ کے متفقہ عقیدے سے مکراتی ہے، یا کسی بھی ولی، پیر، غوث، قطب، ابدال کو منصب نبوت پر لگی یا جزوی، ظلی یا بروزی غرض کسی بھی انداز میں بٹھانے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ مسلمان نہیں، مرتد و زنداق ہے اور مسلمانوں کے ایمان کا ڈاکو ہے۔ یہ اس قدر حساس مسئلہ ہے کہ: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: اگر کسی نے کسی شخص کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا، اور اس شخص نے اس سے اپنے دعوے پر دلیل طلب کی تو ایسا شخص بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یوم دفاع ختم نبوت کا یہ تاریخی دن ایک طرف ختم نبوت کے مکرین کے خلاف کی جانے والی لازوال و بے مثال جدوجہد کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف یہ دن اس اہم ترین اجتماعی عقیدے کی اہمیت بھی اجاگر کرتا ہے۔ آئیے! آج کے دن یہ عہد کریں، کہ ہم کسی بھی قیمت پر عقیدہ ختم نبوت کے دفاع و تحفظ اور اس کی ترویج و اشاعت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس عقیدے کے خلاف کی جانے والی بڑی سے بڑی کوشش کو ناکام بنانے میں اپنا ایمانی کردار ادا کریں گے۔



## ویڈیو اور آن لائن گیمز کے پھوٹوں پر منفی اثرات

یا سرچ گتائی

مشہور کہاوت ہے کہ Excess of everything is bad یہ جملہ فقط الفاظ کا مجموعہ یا کتابوں کی رونق نہیں بلکہ اس میں حقیقی اور عظیم سبق پوشیدہ ہے، یعنی کہ زندگی کا ہر وہ عمل جسے کرنے میں انسان تمام حدود و قبود پار کر جائے وہ شرطیہ اس کیلئے نقصان دہ ثابت ہو گا۔ جیسے انسان کا حادثے زیادہ کھالینا بھی نقصان دہ ہے اور حد گز ری بھوک برداشت کرنے کے بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں اعتدال پسندی کی عادت اپنانی جائے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی جائے۔

آج کے دور جدید میں جہاں ہر سو افراد اتفاقی ہے، انسانوں کو سب سے بڑا مسئلہ یہی درپیش ہے کہ روزمرہ کی روٹین شدید خراب اور زندگی میں ترجیحات کا تعین نہایت غلط ہو چکا ہے۔ کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنے یا اپنے سے بڑے افراد کی روزمرہ کی زندگی کو سنوار کر فائدہ مند بنائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انسان شاید زندگی کی آسانیوں کو ڈھال بناتے ہوئے خود کام سے بھاگتا ہو اور اندر ہونی طور پر سست ہو چکا ہے۔ مگر آج کی بڑھتی ٹیکنالوجی، نت نئی ایجادات، ابھرتی ہوئی اٹریٹینمنٹ انڈسٹری اور آن لائن رسائی بلاشبہ ہر گھرانے میں ایک بڑا چیلنج بن چکی ہیں۔ پوری دنیا کے ایک ہاتھ میں سما جانے کے بعد انسان کے سامنے دور استھان کھل گئے ہیں یا تو وہ ان سہولیات کو کار آمد بناتے ہوئے ثبت استعمال کرے یا ان کا بیجا اور منفی استعمال کرتے ہوئے اپنی زندگی ناکام اور نقصان دہ بنالے۔ عصر حاضر میں ٹیکنالوجی اور اٹریٹینمنٹ کے پھوٹوں کے ساتھ تعلق کی بات کیجاۓ تو آن لائن ویڈیو گیمز یا الیکٹر انک گیمز کا بے پناہ استعمال اور انکے

مفقی اثرات کسی سے ڈھکے چھپنے نہیں ہیں۔ اور یہ مسئلہ مشرق، مغرب اور پوری دنیا میں کیساں موجود ہے۔ پھول میں حد گزرتا ہوا ویڈیو اور آن لائن گیمز کا شوق انکی زندگی کے تمام پہلوؤں میں نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ بلاشبہ گیم کو گیم سمجھا جائے تو فائدہ مند ہے، مگر اسے حقیقت اور ترجیح سمجھ لیا جائے تو نقصان ہی نقصان ہے۔

### بچہ ویڈیو گیمز کا عادی کیسے بنتا ہے؟

دنیا میں پیدا ہونے والا ہر بچہ معصوم ہے، اس نے وہی سب سیکھنا ہے جو اس کے والدین یا ارد گرد کے دیگر افراد سے سکھا ہیں گے، سوال یہ ہے کہ معصوم بچہ کس طرح نفسیاتی چیلنجز دینے والی ویڈیو گیمز کا شکار بنتا ہے؟ اسکے اصل قصوروار والدین خود ہیں۔ جو آغاز ہی سے چھوٹے بچوں کو روئے سے چپ کروانے کیلئے موبائل فون یا ویڈیو گیمز مہیا کر دیتے ہیں، اور کچھ ہی عرصہ میں بچہ جب ان چیزوں کا استعمال ٹھیک سے کرنے لگتے تو فکر مند ہونے کے بجائے فخر اور خوشی سے اسے بچے کی ذہانت سمجھتے ہیں۔ جسکا معیار یہ بتاتے ہیں کہ چھوٹی سی عمر میں انکا بچپن موبائل میں گیم جیتنے کا ماہر ہو چکا ہے۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ نو عمر بچے میں پیدا ہوئی یہ عادت کچھ ہی وقت بعد کس طرح ٹھوس ہو جائے گی اور تب یہی گیمز انکی ترجیح ہو گئی۔ یہیں سے ترجیحات کا غلط تعین شروع ہوتا ہے۔ پہلی غلطی والدین کی ہوتی ہے کہ انہوں نے بچوں کیلئے دیگر صحت مندانہ سرگرمیوں پر ویڈیو گیمز کو ترجیح دی اور دوسرا بچوں کی اپنی ہٹ دھرمی کہ وہ بار بار سمجھانے کے باوجود پڑھائی اور نصیحت کو نظر انداز کرتے ہوئے گیمز کو ترجیح بنالیتے ہیں۔

### آن لائن گیمز کے باعث نفسیاتی انجھمنیں

اس حقیقت کو جھٹلا یا نہیں جا سکتا کہ ایک مکمل اور کامیاب شخصیت کی تعمیر میں متعدد عوامل درکار ہوتے ہیں، جن میں جسمانی، ذہنی، روحانی، نفسیاتی، معاشرتی اور جذباتی عوامل شامل ہے۔ مگر مشاہی شخصیت وہی ہے جس میں ان تمام عوامل میں توازن موجود ہو۔ یونیورسٹی آف وسکانسن کے محقق شان گرین کے مطابق ویڈیو گیمز انسانی شخصیت کو تبدیل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ویڈیو گیمز کے

استعمال کی نہ پرہی انسان کی شخصیت اور ذہنی کارکردگی پر پڑنے والے اثرات کا تعین کرتی ہے۔ جہاں یہ گیمز ہن کو تیز اور چست بناسکتی ہے وہیں ذہن کو ناکارہ بھی کر سکتی ہیں۔ اسی طرح 2019 میں آسٹریلیا میں ویڈیو گیمز کے بچوں کی ذہنی نشوونما پر اثرات کے حوالے سے جامع تحقیق کی گئی جس میں دیکھا گیا کہ حد گزری آن لائن گیمز کھینے والے بچوں کے دماغ میں عجب سی کشمکش پیدا ہوتی ہے، اور ان کے ذہنوں میں احساس محرومی اور انتقام لینے کی خواہشات بھی دوسرے بچوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ برطانیہ میں ہونے والی تحقیق میں یہ پایا گیا کہ جو بچے روزانہ ایک گھنٹے سے کم ویڈیو گیمز کھلتے ہیں وہ دیگر بچوں کی نسبت معاشرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں، لیکن جو بچے روزانہ پانچ گھنٹے سے زیادہ ویڈیو گیمز کھلتے ہیں وہ مجموعی طور پر اپنی زندگی سے کم مطمئن ہوتے ہیں۔

### صحت اور جسمانی مسائل

2018 میں یونیورسٹی آف پٹسبرگ کے انسٹیوٹ آف کینسر نے انتباہ جاری کیا تھا کہ موبائل فون کا حد سے زیادہ استعمال کرنے والے بچوں میں کینسر کا خطرہ کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے، ادارے نے اپنی تحقیق میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ موبائل فون سے خارج ہونے والی برتنی مقناطیسی شعاعیں بالغوں کے مقابلے بچوں کے دماغ میں زیادہ دور تک حصہ سکتی ہیں۔ اسی طرح آج ہر دوسرے بچے کو نظر کی عینک لگی دکھائی دیتی ہے، نظر کی خرابی کوئی وبا کی مرض نہیں بلکہ یہ انسان کا خود پیدا کردہ مسئلہ ہے، جس میں سب سے بڑا کردار موبائل فون اور اس کا گیمز کے بے جا استعمال کا ہے۔

**ماہرین صحت کیا کہتے ہیں؟**

ماہرین صحت بچوں کے ویڈیو گیمز کے زیادہ استعمال پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ انکے مطابق ویڈیو گیمز کا بے جا استعمال بچوں میں کلامی، گردن اور کہنی میں درد، نیند کی کمی اور خرابی، موٹاپا، کمزوری یا ہاتھوں میں بے حصی (Peripheral Neuropathy) کا باعث بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ جب

بچ گیمز کھیلنے سے قاصر ہوں تو بے چینی اور چڑپتے پن کا احساس، پچھلی کھیلی گئیں گیمز کے بارے میں خیالات یا اگلے آن لائن سیشن کی توقع کے ساتھ دلچسپی رکھتے ہیں، گھریلو معاملات سے دور ہو جاتے ہیں، اور بلا خوف و خطر والدین سے جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔

### تعلیمی نقصان

آج الیہ یہ ہے کہ غیر نصابی سرگرمیوں کو نصابی تعلیم پر ترجیح دے دی گئی ہے، جو کہ سراسر غلط ہے، کھیل کو دبلاشبہ زندگی کا ضروری حصہ ہیں، مگر انکے کیلئے تعلیم کو قربان کر دینا کسی صورت قابل قبول نہیں۔ آج ویڈیو گیمز کے شوقین بچے تعلیم کو بھلا کر گیمز میں ہی اپنی زندگی بسا چکے ہیں۔ جس سے انکو بڑے نقصان کا سامنا ہے، رات کو دیر تک جانے والا بچہ صحیح تعلیمی سرگرمیوں میں کبھی ایکٹیون ہیں رہ سکتا۔ اور سکول کے اوقات میں بھی یا گیمز کھیلتا رہتا ہے یا گیمز کے بارے میں سوچتا ہے۔

### آن لائن گیمز کے مکملہ خطرات

حالیہ سالوں میں دو الیسی بڑی آن لائن گیمز کا نام ہم سب نے لازمی سنا ہوگا جو دنیا میں غالبہ رکھنے کے ساتھ نہایت ممتاز ہے ہیں، ان میں ایک ہے ”پب جی“ اور دوسرا ہے ”لبیوولیل“۔ ان دونوں گیمز کو پاکستان سمیت دیگر کئی ممالک میں پابندی کا بھی سامنا کرنا پڑا، مگر وجہ کیا تھی؟ وجہ یہی تھی کہ یہ گیمز اثر طینہنٹ سے زیادہ لوگوں با خصوص بچوں میں نفسیاتی مسائل پیدا کر رہی تھیں، پاکستان سمیت پوری دنیا میں ان گیمز کی خاطر کئی بچوں اور نوجوانوں نے اپنی زندگی تک کا خاتمه کیا۔ پاکستان کی بات کریں تو مئی، جولائی اور اگست میں لاہور میں پب جی گیم کھیلنے سے منع کرنے پر 16، 18 اور پھر 20 سالہ لڑکے نے خودشی کر لی تھی، لہذا آن لائن گیمز کی بے ہنگم عادت ذہن کو اس حد تک بھی خراب کر سکتی ہیں، اسی طرح ان پر تشدد آن لائن گیمز کی صورت میں دوسروں کو قتل کر کے انکی املاک تباہ کیے جانے کا لطف اٹھایا جاتا ہے۔ لیکن اکثر یہ سلسلہ صرف گیم تک محدود نہیں رہتا بلکہ الیسی گیمز کی عادت سے نوجوان

اور بچے نشے اور برا نیوں کی لوت میں بٹلا ہو جاتے ہیں اور جرائم کے نت نئے طریقے سیکھ لیتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ یہ گیمز لوگوں کو تشدد کرنے اور مار دھاڑ کے منفرد ہنر بھی سیکھا رہی ہیں۔ جو ملک میں جرائم کے اضافے کی وجہ بن سکتا ہے۔ پاکستان میں پب جی پر کچھ دنوں کیلئے پابندی لگائی گئی مگر اسے جلد ہی بحال کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح بلوڈیو میں گیم کواب پوری دنیا میں اس ممینہ الزام پر بند کر دیا گیا ہے کہ یہ گیم لوگوں کو خودکشی کرنے کیلئے اکساتی تھی۔

### ٹھوس حکمت عملی نقصان کم کر سکتی ہے

بچوں میں آن لائن اور ویڈیو گیمز کی بڑھتی ہوئی عادت کو ختم کرنے کا حل یہ نہیں کہ گیمنگ پر پابندی لگادی جائے جس کے باعث ٹیکنا لو جی میں ہم پیچھے رہ جائیں، اور بچوں کی انٹرٹینمنٹ ختم ہو جائے۔ بلکہ اس کا حل ٹھوس پلانگ میں چھپا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال ہم چین کی لے سکتے ہیں، چند سالوں سے چین نے بچوں کے آن لائن گیم کھیلنے پر کرفیوسا ماحول عائد کر رکھا ہے، یعنی کہ ویڈیو گیم کھیلنے کے لیے اوقات کو کم کر دیا گیا ہے۔ ان پابندیوں کے تحت 18 سال سے کم عمر بچے رات 10 بجے سے صبح 8 تک آن لائن گیم نہیں کھیل سکتے، جب کہ دن کے اوقات میں بھی انہیں صرف 90 منٹ آن لائن گیم کھیلنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اسی طرح 16 سال سے کم عمر بچے آن لائن گیمنگ پر ماہانہ صرف 28 ڈالر تک خرچ کر سکتے ہیں، جب کہ 18 سال یا اس کے بڑی عمر والوں کے لیے یہ حد 56 ڈالر زماں میں کھیلنے کے لئے تمام افراد کو اپنے اصل نام سے جسٹیشن کرنا ضروری ہے۔ لہذا آن لائن گیمنگ کے منفی اثرات کو کم کرنے کو بچوں کو کوئی عادت پڑنے سے بچانے کیلئے حکومتی سطح پر ایسی ٹھوس حکمت عملی پاکستان میں بھی اپنانی جاسکتی ہے۔

### والدین کی ذمہ داری سب سے زیادہ

بچوں کو گیمنگ کے منفی اثرات سے بچانے کیلئے والدین کی ذمہ داری سب سے بڑی ہے، والدین کو چاہیے کہ سب سے پہلے تو بچوں کی گیمنگ کا ٹائم ٹیبل بنائیں جس میں گیمنگ کے اوقات کو بتدریج محدود



کیا جانا چاہیے۔ بچوں کو بچپن ہی سے مصروف اور صحبت افزا اس سرگرمیوں میں مشغول کر دینا چاہیے، کیونکہ فارغ وقت میں بچے ویڈیو گیمز کا استعمال زیادہ کرنے لگتے ہیں، والدین کو چاہیے کہ نرمی یا سختی سے ہر صورت بچوں کو ان سرگرمیوں میں مصروف رکھیں۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ بچوں کو گیمز کھلینے پر مکمل پابندی لگا دیں بلکہ دن کا مناسب شیڈول بنانا ضروری ہے۔ اس بات کو بھی یقینی بنانا چاہیے کہ بچے زیادہ وقت فطرت کے ساتھ اسکرین کے بغیر گزار رہے ہوں یعنی انکو ویڈیو گیمز کے مقابل کھیل اور دوسرا سرگرمیاں مہیا کی جانی چاہیں۔ بچوں کو ٹیکنا لو جی سے دور کر دینا ہرگز حل نہیں بلکہ ان کو ٹیکنا لو جی کا ثابت اور موثر استعمال سکھانے کی ضرورت ہے، بچوں کو ایسے مشاغل کی طرف راغب کرنا چاہیے جس میں وہ کمپیوٹر کو سیکھیں اور خود نئے نئے پروگرامز کو ڈیزائن کر سکیں۔

اس کے علاوہ کسی بھی جسمانی سرگرمی، کونگ، کھیل کے حوالے سے انہیں یو ٹیوب چینل شروع کرنے کی طرف بھی راغب کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ بھی والدین کی غرمانی میں ہونا چاہیے۔ اسی طرح بچے اگر گیمز کھلینے سے زیادہ وقت اپنے گھر والوں باخصوص بہن بھائیوں کے ساتھ گزاریں تو اسکے بھی ثابت اثرات مرتب ہوں گے۔ پیار بڑھے گا، اگرچہ صرف گیمز کی طرف لگا رہے تو اس کیلئے فیلی بھی کہیں Misplaced Priority بن جاتی ہے۔ لہذا بچوں کے ساتھ بات چیت میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ وہ گھر یا معاملات میں زیادہ توجہ دے اور ان کا خود پر گھر والوں سے تعلقات کے حوالے سے اعتماد پختہ ہو سکے۔



حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم ﷺ کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بد لے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ! اون (کے بد لے میں کیا ملے گا) فرمایا: اون کے ہر بال کے بد لے میں نیکی ملے گی۔

## ذکر ایک اچھی غلطی کا

عمر فاروق راشد

”یہ کیسی بے ہودگی ہے؟ لاکھوں کا نقصان کر دیا اور ذرا پروانیں!؟ آپ فوراً سے پہلے میرے دفتر حاضر ہو جائیں!!“ ادارے کا نیجر ٹیلی فون پر گرج برس رہا تھا۔ ”جی سر! میں حاضر ہوتا ہوں۔“ پرنسپل پریس کے مالک نے کہا اور چند منٹ بعد وہ وہاں موجود تھا۔ ”آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا ادارہ ملک کے چند نامور اداروں میں سے ہے۔ مسٹر پرنٹر! آپ نے ہمارا پانچ ہزار کا ایڈیشن بر باد کر کے رکھ دیا ہے۔“ نیجر نے بلا قوف کہنا شروع کر دیا۔ ”یہ دیکھیے، اس کی کٹنگ کتنی غلط ہوئی ہے۔

”پریس کے مالک نے بغور دیکھا۔ کٹنگ واقعی تر چھی ہوئی تھی۔ نیجر جب ذرا دیر کو خاموش ہوا تو پریس کے مالک نے نہایت سنجیدگی سے کہا: ”سر! آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ نقصان تو ہمارا ہوا ہے، لہذا پریشان ہمیں ہونا چاہیے، نہ کہ آپ کو۔“

غلطی تو انسان سے ہوتی ہی رہتی ہے، مگر اچھی غلطی وہ ہوگی جس کا ادراک، اعتراف اور

ازالہ کر لیا جائے۔

☆..... گاہک کی نظر میں جو غلطی ایک انج کے برابر ہے آپ اسے ایک فٹ کے برابر مانے کے لیے تیار رہیے۔ ظاہر ہے یہ آپ کے کاروبار کے لیے کس قدر منید ثابت ہو سکتا ہے نیجر کے چہرے کے تاثرات یکخت تبدیل ہو گئے۔ اس نے شدید حیران ہوتے ہوئے کہا: ”کیا مطلب؟ آپ کا نقصان کیسا؟؟“ پریس کے مالک نے اسی ٹھیکرے لمحے میں وضاحت کی: ”ظاہر ہے

جب یہ عیب سامنے آگیا ہے تو مجھے یہ سارا اسٹاک فوراً واپس لے جانا ہو گا اور جلد از جلد کتاب کو دوبارہ چھاپ کر اور صحیح کاٹ کر جناب کی خدمت میں پیش کرنا ہو گا۔” یہ سنتا تھا کہ میجر کا آسمان سے با تین کرتا غصہ اپنے پاؤں پر ڈھنے گیا۔ اس کا رو یہ یکدم ہمدردانہ ہو گیا۔ پر میں والے نے نہ صرف غلطی کو تسلیم کریا تھا، بلکہ اس کی تلافی کرنے کے لیے بھی بخوبی تیار تھا۔ میجر نے اب نرم دلی اور ادب آداب کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: ”نہیں، آپ اتنا نقسان کیوں برداشت کریں، یہ تو آپ پر بڑا بوجھ ہو گا۔“

ظاہر ہے یہ وہ ماحول تھا جس میں پر میں کا مالک میجر کے سامنے اپنی من مانی رائے پیش کر سکتا تھا۔ اس نے کہا: ”ایک اور درمیانی صورت سمجھ میں آتی ہے۔ آپ مجھے چند کتابیں دیجیے۔ میں کوشش کرتا ہوں ایک بار پھر مشین سے گزار کر اس کی کٹنگ کو درست کر لیا جائے۔ میجر نے کہا: ”ضرور آپ جیسے چاہیں اس مسئلے کو حل کر سکتے ہیں۔“ پر میں کا مالک دس نئے لے کر گیا۔ جب واپس آیا تو مسئلہ ندارد۔ میجر یہ دیکھ کر بہت خوش ہو گیا۔ اس صورت میں دونوں میں سے کسی کا بھی نقسان نہیں تھا۔ اس نے اجازت دی کہ اسی طرح ساری کتابوں کی کٹنگ ٹھیک طریقے سے کر لی جائے۔

یہ ایک بہت بڑی حقیقت بھی ہے اور کاروباری راز بھی۔ دانا لوگوں کا کہنا ہے: ”گاہک کی نظر میں جو غلطی ایک انج کے برابر ہے آپ اسے ایک فٹ کے برابر مانے کے لیے تیار ہیے۔“ ظاہر ہے یہ آپ کے کاروبار کے لیے کس قدر مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

”ڈیل کار نیکی نے کہا ہے: ”جھگٹا کرنے سے آپ کونہ ملنے کے برابر ملتا ہے، جبکہ اطاعت کر لینے اور مان لینے سے آپ یقیناً اپنی توقع سے بڑھ کر پاتے ہیں۔“ ایک دانشور نے لکھا ہے: ”غلطی کا اعتراف کر لینا تمام ترقیوں کا دروازہ ہے۔ مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی غلطی کا ادراک کر لینے کے بعد اس کا اعتراف کر لے۔ وہ اسے اپنی عزت کا سوال بنالیتا ہے۔ اس سے خرابی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بالآخر وہ وقت آ جاتا ہے جب اسے بہت کچھ گنوادیں کے بعد غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مگر اب اس کا فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔“

آپ دکتور عبدالرحمن العریفی کی بات بھی سنئے۔ وہ عالم عرب کے معروف مصنف اور دانشور ہیں۔

لکھتے ہیں: ”شجاعت و بہادری یہ نہیں کہ آپ اپنی غلطی پر اڑ جائیں۔ شجاعت یہ ہے کہ آپ اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور دوبارہ اس کے مرکب نہ ہوں۔“ اب ذرا سیرت نبوی سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری اور حضرت بلاں ﷺ کے درمیان کسی بات پر سخت کلامی ہو گئی۔ بشریت کے تقاضے سے طیش میں آ کر حضرت ابوذر ﷺ نے حضرت بلاں ﷺ کو ”اوکالی کے بیٹے!“ کہہ دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابوذر! تم میں ابھی تک جاہلیت موجود ہے۔“ یہ سن کر حضرت ابوذر ﷺ کی حالت بدل گئی اور کہنے لگے: ”کیا مجھ میں تکبر اور غرور ہے یا رسول اللہ؟“ آپ نے فرمایا: ”جی ہاں!“ پھر آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے کم نظر آنے والے لوگوں کے ساتھ برتاو کا صحیح طریقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”دیکھو یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت بنایا ہے۔

لہذا تم اپنے ماتحت بھائی کو وہی کھلاو جو خود کھاتے ہو۔ وہی پہناو جو خود پہنتے ہو۔ اس سے اتنا بھاری کام نہ لو کہ وہ اس کے بوجھ تسلیم کر جائے۔ اور اگر کوئی بھاری کام لینا پڑے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹاؤ۔“ اب اس حدیث کا وہ حصہ ملاحظہ کیجیے جس کے لیے یہ پوری حدیث پیش کی گئی۔ یہ صحیح سن کر حضرت ابوذر ﷺ فوراً حضرت بلاں ﷺ سے جا کر ملے۔ معذرت کی۔ پھر ان کے آگے زمین پر بیٹھ گئے۔ اسی دوران وہ زمین کی طرف اس حد تک جھک گئے کہ اپنا رخسار زمین سے لگا دیا۔ اور حضرت بلاں رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: ”اے بلاں! میرے رخسار کو اپنے پاؤں سے رومندو۔“

سو، جب غلطی ہو جائے تو بڑے پن کا مظاہرہ کیجیے۔ فوراً غلطی کو تسلیم کیجیے۔ غصے کی آگ کو بمحابی کیجیے۔ معذرت کا ایک لفظ آپ کو ہزار عزتیں، ہزار فائدے اور ہزار رحمتیں بخشنے گا۔ غلطی تو انسان سے ہوتی ہی رہتی ہے، مگر اچھی غلطی وہ ہوگی جس کا ادراک، اعتراف اور پھر ازالہ کر لیا جائے۔

(شریعہ اینڈ بزنس)



## اولاد کی ظاہری و باطنی تربیت

مولانا محمد شفیق الرحمن علوی

بچے مستقبل میں قوم کے معمار ہوتے ہیں، اگر انھیں صحیح تربیت دی جائے تو اس کا مطلب ہے ایک اچھے اور مضبوط معاشرے کے لیے ایک صحیح بنیاد ڈال دی گئی۔ بچوں کی اچھی تربیت سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے؛ اس لیے کہ ایک اچھا پودا ہی مستقبل میں تناور درخت بن سکتا ہے۔ بچپن کی تربیت علی الاجر کی طرح ہوتی ہے، بچپن میں ہی اگر بچہ کی صحیح دینی و اخلاقی تربیت اور اصلاح کی جائے تو بڑے ہونے کے بعد بھی وہ ان پر عمل پیرا رہے گا۔ اس کے برخلاف اگر درست طریقہ سے ان کی تربیت نہ کی گئی تو بلوغت کے بعد ان سے بھلائی کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی، نیز بلوغت کے بعد وہ جن برے اخلاق و اعمال کا مرکب ہوگا، اس کے ذمہ دار اور قصور وار والدین ہی ہوں گے، جنہوں نے ابتداء سے ہی ان کی صحیح رہنمائی نہیں کی۔ نیز! اولاد کی اچھی اور دینی تربیت دنیا میں والدین کے لیے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے؛ جب کہ نافرمان و بے تربیت اولاد دنیا میں بھی والدین کے لیے و بالی جان ہوگی اور آخرت میں بھی رسولی کا سبب بنے گی۔

لفظ ”تربیت“ ایک وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے، اس لفظ کے تحت افراد کی تربیت، خاندان کی تربیت، معاشرہ اور سوسائٹی کی تربیت، پھر ان قسموں میں بہت سی ذیلی اقسام داخل ہیں۔ ان سب اقسام کی

تربیت کا اصل مقصد و غرض، عمدہ، پاکیزہ، با اخلاق اور با کردار معاشرہ کا قیام ہے۔ تربیت اولاد بھی انھیں اقسام میں سے ایک اہم قسم ہے۔

آسان الفاظ میں ”تربیت“ کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ: ”برے اخلاق و عادات اور غلط ماحول کو اچھے اخلاق و عادات اور ایک صالح، پاکیزہ ماحول سے تبدیل کرنے کا نام“ تربیت ہے۔

### تربیت کی دو قسمیں

تربیت دو قسم کی ہوتی ہے: (۱) ظاہری تربیت، (۲) باطنی تربیت۔

ظاہری اعتبار سے تربیت میں اولاد کی ظاہری وضع قطع، لباس، کھانے، پینے، نشست و برخاست، میل جوں، اس کے دوست و احباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی کوئی کی جانبکاری اور بلوغت کے بعد ان کے ذرائع معاش کی گمراہی وغیرہ امور شامل ہیں، یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں۔ اور باطنی تربیت سے مراد ان کے عقیدہ اور اخلاق کی اصلاح و درستگی ہے۔

اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت والدین کے ذمہ فرض ہے۔ ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لیے بے حد رحمت و شفقت کا فطری جذبہ اور احساس پایا جاتا ہے۔ یہی پدری و مادری فطری جذبات و احساسات ہی ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور ان کی ضروریات کی کفالت پر انھیں ابھارتے ہیں۔ ماں باپ کے دل میں یہ جذبات راسخ ہوں اور ساتھ ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریقہ سے اخلاص کے ساتھ پوری کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اولاد کی تربیت کے بارے میں واضح ارشادات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”قُوَّاً نَفْسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ تَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْجَارَةُ“ (آل عمران: ٦٢)

ترجمہ: ”اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرمایا کہ:

”عَلَيْهِمْ وَأَدِبُهُمْ“

ترجمہ: ”ان (اپنی ولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔“

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی پھوپھو کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرنے کے لیے کوشش کرے۔

اولاد کی تربیت کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث سے بھی ہوتا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

۱- ”مَا تَحَلَّ وَالَّذِيْ أَفْضَلَ مِنْ أَدِبِ حَسِينٍ“ (بخاری، جلد ۱، ص ۳۲۲)

ترجمہ: ”کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے۔“

یعنی اچھی تربیت کرنا اور اچھے آداب سکھانا اولاد کے لیے سب سے بہترین عطیہ ہے۔

۲- ”عَنْ أَبْنَى عَبَّاسَ قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ! قَدْ عَلِمْنَا مَا حَقُّ الْوَالِدِ فَمَا حَقُّ الْوَلَدِ؟ قَالَ: أَنْ يَحْسِنَ اسْمَهُ وَيَحْسِنَ أَدْبَهُ“ (سنن بیہقی)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، صحابہ گرام ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

والدین کے حقوق تو ہم نے جان لیے، اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اس کا نام اچھار کھے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔“

۳- ”يَرَبْتُ بِرَاگَنَاهُ هُنَّا كَمَا هُنَّا ذَمَهُ دَارُوْرَكَهُوا لَا هُنَّا أَنْجَسُ ضَلَاعَ كَرْدَهُ، إِنَّا كَمَا

تربیت نہ کرے۔“

یہ بھی ضالع کرنا ہے کہ پھوپھو کو یونہی چھوڑ دینا کہ وہ بھٹکتے پھریں، صحیح راستہ سے ہٹ جائیں، ان



کے عقائد و اخلاق برباد ہو جائیں۔ نیز اسلام کی نظر میں ناقصیت کوئی عذر نہیں ہے، بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں جن امور کا جانا ضروری ہے، اُس میں کوتاہی کرنا قیامت کی باز پرس سے نہیں بچا سکتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

”اپنی اولاد کو ادب سکھلا، قیامت والے دن تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اسے کیا ادب سکھلا یا؟ اور کس علم کی تعلیم دی؟“ (شعب الایمان للبیہقی)

بچوں کی حوصلہ افزائی

بچہ نرم گیلی مٹی کی طرح ہوتا ہے، ہم اس سے جس طرح پیش آئیں گے، اس کی شکل ویسی ہی بن جائے گی۔ بچہ اگر کوئی اچھا کام کرے تو اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کی تعریف سے دریغ نہیں کرنا چاہیے اور اس پر اسے شاباش اور کوئی ایسا تحفہ وغیرہ دینا چاہیے جس سے بچہ خوش ہو جائے اور آئندہ بھی اچھے کام کا جذبہ اور شوق اس کے دل میں پیدا ہو جائے۔

### بچوں کی غلطی پر تنبیہ کا حکیمانہ انداز

بچوں کو کسی غلط کام پر بار بار اور مسلسل ٹوکنا اُن کی طبیعت میں غلط چیز راست ہونے سے ہماڑت کا سبب بنتا ہے، جس سے اگر غفلت نہ بر تی گئی تو اس میں شک نہیں کہ بچوں اور بچیوں میں غلط افکار جڑ کپڑا نے سے پہلے کامل طریقہ سے ان کی بخش کنی ہو گی۔ بچے سے خطا ہو جانا کوئی اچھبی کی بات نہیں ہے، غلطی تو بڑوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ ماحول کا بچوں پر اثر ہوتا ہے، ممکن ہے کہ غلط ماحول کی وجہ سے بچہ کوئی غلطی کر بیٹھے، تو اس صورت حال کو بھی منظر رکھنا چاہیے کہ بچے سے غلطی کس سبب سے ہوئی؟ اسی اعتبار سے اسے سمجھایا جائے۔ تربیت میں میانہ روی اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، مرتبی کو اس بات سے باخبر ہونا چاہیے کہ اس وقت بچے کے لیے نصیحت کا رگر ہے یا سزا؟ تو جہاں جس قدر سختی اور نرمی کی ضرورت ہو اسی قدر کی جائے۔ بہت زیادہ سختی اور بہت زیادہ نرمی بھی بعض اوقات بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

تربیت میں مدرجی انداز اختیار کرنا چاہیے؛ چنانچہ غلطی پر تعییہ کی ترتیب یوں ہونی چاہیے:

- ۱۔ سمجھانا۔
- ۲۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا۔
- ۳۔ مار کے علاوہ کوئی سزا دینا۔
- ۴۔ مارنا۔
- ۵۔ قطع تعلق کرنا۔ یعنی غلطی ہو جانے پر بچوں کی تربیت حکمت کے ساتھ کی جائے، اگر پہلی مرتبہ غلطی ہوتا اولاً اسے اشاروں اور کنایوں سے سمجھایا جائے، صراحتاً برائی کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ اگر بچہ بار بار ایک ہی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل میں یہ بات بٹھائیں کہ اگر دوبارہ ایسا کیا تو اس کے ساتھ سختی برقراری جائے گی، اس وقت بھی ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت نہیں ہے، نصیحت اور پیار سے اسے غلطی کا احساس دلایا جائے۔

پیار و محبت سے بچوں کی تربیت و اصلاح کا ایک واقع حضرت عمر بن ابی سلمہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت اور زیر کفالت تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "یا غلام سَمَّ اللَّهُ! وَكُلْ بِسِيمِنِكَ وَكُلْ هَمَالِيِيكَ" "اے لڑکے! اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو اور داعیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔"

اگر نصیحت اور آرام سے سمجھانے کے بعد بھی بچہ غلطی کرے تو اسے تہائی میں ڈالنا جائے اور اس کام کی برائی بتائی جائے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کو کھا جائے۔ پھر بھی اگر بازنہ آئے تو تھوڑی پیٹائی بھی کی جاسکتی ہے۔ تربیت کے یہ طریقے نو عمر بچوں کے لیے ہیں، لیکن بلوغت کے بعد تربیت کے طریقے مختلف ہیں، اگر اس وقت نصیحت سے نہ سمجھے تو جب تک وہ اپنی برائی سے بازنہ آئے اس سے قطع تعلق بھی کیا جا سکتا ہے، جو شرعاً درست ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل کے ایک رشتہ دار تھے جو بھی بالغ نہ ہوئے تھے، انہوں نے کنکر پھینکا تو حضرت عبد اللہ نے منع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکر مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ: "إِنَّهَا لَا تَصِيدُ صَيْدًا" اس سے کوئی جانور شکار نہیں ہو سکتا، اس نے پھر کنکر پھینکا تو انہوں نے غصہ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتلار ہا ہوں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم پھر دوبارہ ایسا ہی کر رہے ہو؟ میں تم سے ہر گز بات نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر نے بھی اپنے بیٹے سے ایک موقع سے قطع تعلق کیا تھا اور مرتبے دم تک اس سے بات نہ کی۔

### بچوں کو ڈالنٹنے اور مارنے کی حدود

بچوں کی تربیت کے لیے ماں باپ یا استاد کا انھیں تھوڑا بہت، ہلاکا پھلاکا مارنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔ اس معاملہ میں افراط و تفریط کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ غصہ میں بے قابو ہو جانا اور حد سے زیادہ مارنا یا بچوں کے مارنے ہی کو غلط سمجھنا دونوں باتیں غلط ہیں۔ پہلی صورت میں افراط ہے اور دوسری میں تفریط ہے۔ اعتدال کا راستہ وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ ”اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو؛ جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور ان کو نماز نہ پڑھنے پر مارو؛ جب کہ وہ دس سال کے ہو جائیں۔“ (مشکوٰۃ) اس حدیث سے مناسب موقع پر حسب ضرورت مارنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

مارنے میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ اس حد تک نہ مارا جائے کہ جسم پر مار کا نشان پڑ جائے۔ نیز جس وقت غصہ آرہا ہو، اس وقت بھی نہ مارا جائے؛ بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت مصنوعی غصہ ظاہر کر کے مارا جائے؛ کیونکہ طبعی غصہ کے وقت مارنے میں حد سے تجاوز کر جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور مصنوعی غصہ میں یہ خطرہ نہیں ہوتا، مقصود بھی حاصل ہو جاتا ہے اور تجاوز بھی نہیں ہوتا۔

### لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دینا گناہ ہے

اولاد اللہ تعالیٰ کی بیش بہانگت اور تحفہ ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں پر حرم و شفقت کے معاملہ میں ذکر و مذونت میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ جو والدین لڑکے کی بُنیت لڑکی سے امتیازی سلوک کرتے ہیں، وہ جاہلیت کی پرانی برائی میں بتلا ہیں، اس طرح کی سوچ اور عمل کا دین سے کوئی

تعلق نہیں ہے، بلکہ دینی اعتبار سے تو اس پر سخت وعید یہ وارد ہوئی ہیں۔ لڑکی کو کمتر سمجھنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے سے ناخوشی کا اظہار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُسے لڑکی دے کر کیا ہے، ایسے آدمی کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ تو کیا پوری دنیا بھی مل کر اللہ تعالیٰ کے اس اُلٹل فیصلہ کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ یہ درحقیقت زمانہ جاہلیت کی فرسودہ اور فتح سوچ ہے، جس کو ختم کرنے کے لیے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین اور تربیت کرنے والوں کو لڑکیوں کے ساتھ اچھے برداواز اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی بار بار نصیحت کی۔

### اولاد کے درمیان برابری اور عدل

ابو داؤد شریف میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

”قالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اعْدُلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ اعْدُلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ اعْدُلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ“ (ابو داؤد، جلد: ۲، ص: ۱۳۳)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو، اپنی اولاد کے درمیان برابری کرو۔“

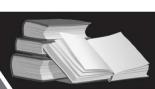
مطلوب یہ ہے کہ ظاہری تقسیم کے اعتبار سے سب بچوں میں برابری کرنی چاہیے؛ کیونکہ اگر برابری نہ ہو تو بچوں کی دل شکنی ہوتی ہے۔ ہاں! فطری طور پر کسی بچے سے دلی طور پر زیادہ محبت ہو تو اس پر کوئی پکڑنہیں؛ بشرطیکہ ظاہری طور پر برابری رکھے۔ حدیث میں تین بار مکرر برابری کی تاکید آئی ہے جو اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے، یعنی اولاد کے درمیان برابری کرنا واجب ہے، اور برابری نہ کرنا ظلم شمار ہوگا۔ اور اس کا خیال نہ رکھنا اولاد میں احساس کمتری اور با غیانہ سوچ کو جنم دیتا ہے، جس کے بعد بھی ان نتائج سامنے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان والدین کو اپنی اولاد سے متعلق ذمہ دار یا احسن طریقہ سے نہ جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



## اشاعت دین میں خواتین کا کردار!

### مفہومی رضاء الحق

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس طرح مردوں سے دین کی خدمت لی ہے، اسی طرح عورتوں سے بھی دینی خدمت لیتے آئے ہیں، قرآن کریم میں سورۃ النمل اور سورۃ القصص و مفصل سورتیں ہیں، ایک میں ملکہ بلقیس کی حقیقت پسندی اور ایمان ذکر فرمایا ہے اس کے بعد متصل سورت میں فرعون کا قصہ ہے، اس میں اشارہ ہے کہ بعض عورتیں مردوں سے زیادہ حقیقت پسند اور زیادہ دین کا کام کرنے والی ہوتی ہیں۔ بلقیس کا قصہ مشہور ہے کہ: جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہ کے ذریعے پتا چلا کہ وہاں ایک عورت ہے جو تمکھم (ان کی بادشاہ ہے) قابل تجہب بات یہ ہے کہ: ۱:- عورت ہے اور ملکہ ہے۔ ۲:- دوسری تجہب کی بات یہ ہے کہ اُ ویت من کل شیء، کہ اس کے پاس ہر قسم کا ساز و سامان ہے۔ ۳:- تیسری تجہب کی بات یہ ہے کہ وہ عرش عظیم کے عظیم الشان تخت کی مالکہ ہے۔ اور چوتھی تجہب کی بات یہ ہے کہ اس کو اور اس کی قوم کو میں نے دیکھا کہ وہ سورج کی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو خط لکھا، ملکہ بلقیس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے اس خط کے تناظر میں مشورہ کیا اور بادشاہی روایات کے مطابق حضرت سلیمان کو ہدیہ بھیجا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدیہ واپس فرمایا اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور تبلیغ کی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بلقیس کا نکاح حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا ہے، نکاح ہوا ہو یا نہ ہوا ہوتی بات تو ضرور ہے کہ قرآن کریم میں اُدخلی الصرح تو ہے، اور جس محل میں وہ داخل ہوئی ہے اس سے نکنا ثابت نہیں،



بہر حال وہ اتنی حقیقت پسند تھی کہ حضرت سلیمان ﷺ کی ایک بار دعوتِ اسلام سے منتشر ہو کہ اسلام قبول کر لیا اور کوئی رد و قدر نہیں کی۔ اس کے بال مقابل فرعون کا تھا ہے، فرعون باوجود مرد ہونے، ہوشیار ہونے اور باوجود تمام اسباب ہدایت موجود ہونے کے، اس کی ضد، عناد، جحد اور تکبر و انتکبار کی وجہ سے اس کو ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔ ماشاء اللہ! دین پڑھنے والی یہ طالباتِ دینی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دین کی وہ خدمت کریں گی اور دین کو اس طرح سینے سے لگائیں گی جس طرح بلقیس نے لگایا تھا، متنبی کا مشہور شعر ہے

آپ نے سنا ہوگا:

### ولا التأنيث لاسم الشمس عيب

### ولا التذكير فخر للهلال

ترجمہ:- ”مومن ہونا شخص کے لئے عیب کی بات نہیں ہے، شخص مؤمن ہے اور اعلیٰ درجے کی چیز ہے، اور ہلال کے لئے مذکر ہونا فخر کی بات نہیں ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: عورتیں ناقصاتِ اعقل و ناقصاتِ الدین ہیں، ناقصاتِ الدین کا مطلب یہ ہے کہ بعض ایام ایسے آتے ہیں کہ جس میں وہ دین پر عمل نہیں کر سکتیں، یعنی اس نقش کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں ان کے اختیار کو کوئی دخل ہے، بلکہ یہ ایسے ہے جیسے ہم کہیں کہ فلاں کا قد چھوٹا ہے اور شاخ تک اس کا ہاتھ نہیں پہنچتا، حالانکہ وہ اپنی جگہ کامل مرد ہے۔ اسی طرح عورتوں کو ناقصاتِ اعقل کہا گیا ہے۔ عقل کی دو قسمیں ہیں: ا: عقل شرعی، ۲: عقل عرفی۔ عورتوں میں عقل عرفی بہت اعلیٰ درجے کی ہے۔ شریعت نے عورتوں کو کس طرح ناقصاتِ اعقل کہا ہے؟ تو اس کا آسان جواب آپ کو بتاتا ہوں کہ ناقصاتِ اعقل سے مراد عقل شرعی ہے، عقل عرفی عورتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے، خود حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ یہ عورتیں اُذھب للب الرجل المحازم من احذا کن ہوشیار مرد کو بھی بولی میں اتارنے والیاں ہیں، گھر میں بھی اس کی حکومت چلتی ہے اور باہر بھی اس کی حکومت چلتی ہے۔ ہاں عقل شرعی کی کمی ہوتی ہے، اور عقل شرعی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نتائج کو نہ سوچے، جب آدمی

نتیجے پر غور نہیں کرتا تو اسے نقصان ہوتا ہے، جیسے عورت یہ کہتی ہے کہ فلاں موقع آ رہا ہے اور اس پر ہمیں اتنا خرچ کرنا ہے، ختنے میں اتنا خرچ کرنا ہے، شادی میں اتنا خرچ کرنا اور ملگنی میں اتنا خرچ کرنا ہے، اور فلاں رسم اس طرح ہونا چاہئے، تو شوہر اور باپ کے مال کو انہی چیزوں میں اڑاتی ہیں، اس معنی میں ان کو ناقصات العقل کہا گیا ہے کہ نتائج کو وہ نہیں سوچتیں۔ بہر حال حضرت بلقیس بھی عورت تھی اور اسی طرح حضرت آسیہ بنت محازب فرعون کے گھر میں تھی اور فرعون کے گھر میں پلی بڑھی، فرعون کی بیوی تھی، اس کے باوجود اللہ نے اس کو اعلیٰ درجے کی ہدایت کی توفیق نصیب فرمائی تھی، فرعون کا مقابلہ کیا اور سخت مشقتوں کو برداشت کیا، اسی طرح دین کی محنت میں آپ مشقتوں کو برداشت کریں اور اس محنت اور مشقت کے نتیجے میں اللہ آپ کو مالا مال فرمائیں گے ان شاء اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جن باکمال عورتوں کا تذکرہ ملتا ہے ان میں حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن بہت نمایاں ہیں، ان میں سے ہر خاتون کی دینی، علمی، عملی ہر اعتبار سے ہر ایک کی الگ خصوصیت تھی، گویا ہمیں یہ حکم ہو رہا ہے کہ ہماری عورتوں کو ان خصوصیات کے اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر ان خصوصیات میں سے کوئی خصوصیت آپ میں نہیں تو آپ کامل نہیں بلکہ ناقص ہوں گی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ دین کے لئے قربانی دیتی تھیں، دین کے لئے حجتی قربانی انہوں نے دی، اتنی قربانی دوسرا عورتوں نے بہت کم دی ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور ان کو تسلی دینا اور ان پر اپنا مال خرچ کرنا اور ان کے ساتھ شعبابی طالب میں رہنا اور بھوک و پیاس برداشت کرنا، یہ ان کی خصوصیات تھیں، اس خصوصیت کو ہم بھی اور ہماری عورتیں بھی اختیار کریں کہ اپنا مال دین پر خرچ کریں اور دین کے راستے میں بچ اور بچیوں پر تکلیف آئے یا شوہر پر تکلیف آئے تو ان کو حوصلہ دیں۔ جب رسول اللہ علیہ وسلم پریشان تھے تو حضرت خدیجہ نے فرمایا: اللہ آپ کو ذلیل و رسوأ نہیں کریں گے۔

### انک لتحقیل الرحم

آپ رشتہ دار یوں کو پالتے ہیں۔

## وتحمل الكل

اور آپ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

## وتکسب المال للمعدوم

اور مال کما کر ان کو دیتے ہیں، جن کے پاس مال نہیں ہے۔

## وتعيين على نواب الحق

اور حق کے راستے میں جو مصیبیں پڑتی ہیں ان کی مدد کرتے ہیں، دیکھو! تسلی دینا، مال خرچ کرنا اور مصیبیت برداشت کرنا یہ خصوصیت ہماری عورتوں میں بھی آئی چاہئے جتنا عمل اونچا ہوتا ہے جزا، بھی اتنا ہوتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جبریل نے مجھے فرمایا کہ: میں خدیجہ کو ایسے محل کی خوشخبری دوں جو موتی کا بنا ہوا ہے۔ جنہوں نے دین میں مشقت برداشت کی ان کے ساتھ خاص فضل و کرم اور راحت والا معاملہ ہوگا، ایک پہلو تو یہ ہے، اس پہلو سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ دوسری عورت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں وہ حضرت عائشہؓ تھیں، ان کی دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ وہ علم کے حاصل کرنے میں بہت زیادہ مشغول تھیں، محدثین نے راویوں کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے:  
۱:- بعض راویوں کو مکثرین کہتے ہیں، جن صحابہ سے ایک ہزار سے زیادہ روایات مروی ہوں وہ مکثرین ہیں۔  
۲:- جن راویوں سے سو سے لے کر ہزار تک احادیث مروی ہوں ان کو متواترین کہتے ہیں۔  
۳:- جن صحابہ سے سو سے کم احادیث مروی ہوں ان کو مقلدین کہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا شمار مکثرات صحابہ میں سے ہے، اور ان سے ۱۴۲۰ احادیث مروی ہیں۔  
سب سے پہلا مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے ان سے ۵۳۷ احادیث مروی ہیں، اس کے بعد ابن عمر ہیں، اس کے بعد حضرت انس بن مالکؓ اور اس کے بعد حضرت عائشہؓ ہیں جن سے ۲۱۰ روایات

مردی ہیں۔ تو ہماری خواتین کا فرض یہ ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کی وراثت کو سنبھالیں، ان کی وراثت، علم کا پھیلانا ہے، حضرت عائشہؓ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی علم سکھاتی تھیں، اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے مرد صحابہؓ کے پیچھے بیٹھ کران سے علمی استفادہ کرتے تھے، جس پر کئی احادیث دال ہیں کہ پردوے کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا، یہ فرمایا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی ایک خاتون حضرت فاطمہؓ تھیں، ان کو ایک نمایاں خصوصیت یہ حاصل تھی کہ وہ گھر کا کام کاج خود کیا کرتی تھیں، وہ واقعہ تو آپ سب جانتے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ غلام اور خادم مانیں آئی تھیں، حضرت فاطمہؓ نے گھر کے کام کاج کے لئے ایک خادم طلب فرمایا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے خادم عطا نہیں فرمایا بلکہ اس کی جگہ تسبیحات فاطمہؓ سکھا نہیں۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تسبیحات فاطمہؓ کو غنی، مال داری اور رزق کی وسعت میں بہت بڑا دخل ہے۔ دوسری بات جو ہمیں اس روایت سے ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے خادم یا خادمه کا انتظام نہیں فرمایا، کیونکہ گھر کا کام کاج خادم کے بغیر عورت چلا سکتی ہے۔ اگر آپ ﷺ ان کو خادم دے دیتے تو یہ مسئلہ بن جاتا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی کو جب خادمہ ملی تھی تو ہم سب کو بھی خادمہ ملنی چاہئے، بغیر خادمہ کے کام ہی نہیں کریں گی۔ حالانکہ غریب اور متوسط گھر انوں میں یہ کام نہیں ہوتا یہ خادم اور خادم مانیں نہیں ہوتیں۔ تو جیسے آپ کا کام علم سیکھنا ہے، اسی طرح آپ کا کام گھر کا کام کاج سیکھنا بھی ہے، آپ کی ڈیوٹی اور فرائض مردوں سے زیادہ ہیں، کیونکہ مردوں کا کام صرف باہر کا کام ہے، اور آپ کے ذمہ گھر کے کام کاج کے ساتھ علم کا کام بھی ہے جو کہ حضرت عائشہؓ و فاطمہؓ کا تھا، ایسا نہ ہو کہ بعد میں لوگوں کو پریشانیاں لاحق ہوں، آپ علیہ السلام کے گھر کی تینوں خواتین کی خصوصیات پر ہمیں نظر رکھنی چاہئے۔

پھر آج کل عورتوں کے مسائل اتنے زیادہ ہیں کہ مردوں کے لئے ان کا سمجھنا تو آسان گمراں کا سمجھانا مشکل ہے، اور اگر عورت عورت کے ذریعے علم سیکھتی ہے تو اسے زیادہ فائدہ ہوتا ہے، اس لئے کہ جنس

جب اپنی جنس کو سکھاتی ہے تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی ہے اس علم اور دینی مشغلے کی برکت سے ان شاء اللہ دنیا کا وقت بھی اچھا گزرے گا اور دینی ماحول بھی آپ کی برکت سے بنے گا، جب دینی ماحول بتا ہے تو اسے ہم نورانی ماحول کہتے ہیں، نورانی ماحول میں روشنی ہوتی ہے اور اس روشنی کی وجہ سے گھر میں سکون اور طمینان ہوتا ہے، اب اگر کسی عالم کے گھر میں عالم بیوی ہو تو عالم شوہر بھی کتاب دیکھئے گا اور عالمہ بیوی بھی کتاب دیکھئے گی تو پھر کوئی نزاع اور جھگڑا نہیں ہوگا، اور اگر شوہر عالم ہو اور وہ کتاب دیکھتا ہے اور بیوی کتاب کے حروف کو بھی نہیں جانتی تو بیوی کہے گی کہ کتاب کیوں دیکھتے ہو؟ میرے ساتھ بات چیت کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سفیان ثوری کی بیوی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کہتی تھی کہ:

### ہذہ الکتب أضر علیٰ من ثلث ضرائر،

کہ سفیان کی کتابیں مجھ پر تین سو کنوں سے زیادہ بھاری ہیں، اس لئے کہ شوہر کی لائے الگ تھی اور بیوی کی لائے الگ تھی، اور جب دونوں کی ایک ہی علمی لائے ہو تو دونوں ایک دوسرے کے لئے معاون ہوتے ہیں، شوہر بیوی کے لئے اور بیوی شوہر کے لئے۔ صاحب بدائع و صنائع خود بھی مفتی تھے اور ان کی اہلیہ بھی مسائل بتایا کرتی تھیں، اور شوہر کے ساتھ تصنیف و تالیف اور افتاء میں مدد کیا کرتی تھیں، جو فتویٰ شائع ہوتا تھا اس میں دونوں کے دخنخ ہوتے تھے، گویا کہ وہ بھی مدد کرتی تھیں، ہمارے شیخ الحدیث صاحب کے ایک خلیفہ تھے اور وہ ڈاکٹر بھی تھے، کسی نے ان سے ایک مرض کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ فلاں ڈاکٹر سے رجوع کرو، جیسا کہ دوسرے ڈاکٹر کہتے ہیں۔ تو شیخ الحدیث صاحب نے ان سے کہا کہ: ڈاکٹر صاحب! جیسے آپ کو تصوف کی لائے میں سب سے آگے ہونا چاہئے ایسے ہی ڈاکٹری کی لائے میں بھی آپ کو سب سے آگے ہونا چاہئے، تاکہ باہر کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان مولویوں نے ڈاکٹروں کو بھی خراب کر دیا اور ان کی ڈاکٹری ختم ہو گئی۔ اسی طرح آپ کو اگر سلامیٰ کڑھائی اور گھر کے کام کا ج میں تجربہ نہیں ہوگا تو علم میں چاہے جتنا بھی تجربہ ہوگا لوگ اور دیگر عورتیں آپ کو ناقص اور غیر مکمل سمجھیں گی، اور

وہ کہیں گی کہ یہ کسی عورت ہے کہ جس کو عورتوں کا کام نہیں آتا؟ لہذا آپ وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دوسری عورتیں تو صرف گھر کا کام کا ج جانتی ہوں گی اور آپ کام کا ج کے ساتھ علم بھی جانتی ہوں گی تو آپ کو فوکیت حاصل ہوگی، آپ اپنے اساتذہ کے لئے بھی صدقہ جاریہ نہیں گی اور والدین بھی خوش ہوں گے، یہ نہ ہو کہ والدین ناراض ہوں کہ جب گھر میں آتی ہیں تو صرف کتاب کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کام کو نہیں جانتی، لہذا اپنے اوقات کو تقسیم کرنا ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک علم کا کام، اور فلاں وقت سے فلاں وقت تک گھر کا کام کروں گی۔ شہاب ترمذی میں یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا تھا، ایک حصہ اہل و عیال کے لئے، ایک حصہ اپنے آرام کے لئے، جس میں سے کچھ حصہ نکال کر صحابہ کو دیا کرتے تھے، اور ایک حصہ اپنے رب ذوالجہال کی عبادت کے لئے تھا۔ یہ سیرت کی کتاب میں جب ہم پڑھتے ہیں تو یہ صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ سیکھنے کے لئے بھی ہیں، ہم بھی اپنے اوقات، دن کے ہوں یا رات کے ان کو تقسیم کر لیں اور یہ ترتیب بنالیں کہ فلاں وقت سے فلاں وقت ہمیں یہ دینی کام کرنا ہے، اور فلاں وقت سے فلاں وقت ہمیں یہ دینوی کام سیکھنا ہے، والدہ اور والد کی خدمت کرنی ہے، شوہر اور بچوں کی خدمت کرنی ہے، اسی طرح اوقات کو تقسیم کرنا چاہئے، بہر حال اللہ تعالیٰ آپ کو برکات سے نوازیں اور آپ سے دین کی خدمت لے لیں۔



## اصحابی کالنجوم

حضرت عمر بن خطاب رض فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو میری طرف وحی کی گئی کہ اے محمد ﷺ! تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مانند ہیں بعض بعض سے توی ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے اپنے اختلاف میں وہ جس موقف پر ہیں ان میں سے کوئی کو اختیار کرے وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں ان میں سے کس کی بیرونی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مشکوٰۃ)



## سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

**مرتب: مولانا ذوالکفل صاحب**

**استاذ جامعہ دارالتقویٰ، لاہور**

**قطعہ نمبر: 26**

مجد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قوی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فضلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جا سکیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشان پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور محترم عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی خیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منتظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دوچھپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشاد کیا گیا ہے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

### مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دعوتی کام

مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا انعام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم منصب کو سنبھالا اور دعوت کے کام کو اپنے عروج تک پہنچا دیا۔ حاجی صاحبؒ مولانا انعام صاحب کے شانہ بشانہ کام کرتے



رہے اور اکثر اسفار میں مولانا انعام صاحب کے ساتھ ہی ہوا کرتے تھے۔ مولانا انعام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور مشقت کا زمانہ دیکھ رکھا تھا کہ کس طرح اس شخص نے اپنا تن من و میں دین کے لیے قربان کر دیا تھا جس وجہ سے مولانا انعام صاحب حاجی صاحب کاحد درجہ حاظ کرتے تھے۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا انعام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت واقعات سناتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حجاز مقدس کا سفر تھا ہم سب مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ میں تھے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا انعام الحسن صاحب کو بلا کران سے فرمایا کہ شفیع قریشی صاحب (اس وقت پاکستان کے امیر تھے) اور مولانا سعید احمد خان صاحب اب بوڑھے ہو گئے ہیں ان کا بدل سوچ لو کہ کون ہو۔ مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے شیخ الحدیث صاحب کی بات سن لی لیکن ان کی جیسی طبیعت تھی کم گو..... وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ شیخ الحدیث صاحب نے یہ فرمایا ہے تو میری طبیعت میں بے چینی سی شروع ہو گئی کہ حضرت جی مولانا انعام صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا پتہ نہیں کس کا طے کرنے کا ارادہ ہے۔

حرم کی طرف جاتے ہوئے میں حضرت جی مولانا انعام صاحب کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور عرض کیا کہ: حضرت شیخ نے جو فرمایا: تو آپ نے کیا سوچا.....؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا..... خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال دھرا یا تو فرمایا: سن.....! یہ تصوف والوں کی سوچ ہوتی ہے کہ میرے بعد کون ہو گا..... کون خلیفہ بنے گا۔ اس نبوت والے کام میں یہ نہیں چلا کرتا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے کام لینا ہوا س کے لیے خود ہی حالات بناتے چلے جاتے ہیں اور آخر میں فرمایا کہ: دیکھو.....! آخر میرے جیسے گونگے سے بھی تو اللہ تعالیٰ کام لے ہی رہے ہیں نا۔ اس کے بعد ایک مکمل تحریر ہے۔

### دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک

دعوت کے تقاضوں اور اس کے نتیب و فراز کو سمجھنے میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جس درجہ کا کمال و ملکہ عطا فرمایا تھا اسی طرح دور بینی و دور اندازی اور اصابت رائے بھی اعلیٰ درجہ کی مرحمت فرمائی تھی جب آپ کی

معالہ فہمی، دقت نظری اور اصابت فکر اپنی تمام ترقوت روحانی اور نور ایمانی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی تو اچھے اچھے خرقہ پوش آپ کے چہرہ کے نور کی روشنی میں اپنے چاک داماں کی نجیب گری کر لیا کرتے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام تذکرہ زگار اور وقائع نویں اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے پورے دور امارت میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس دعوت و تبلیغ کے دماغ بن کر رہے ہیں۔

مسائل خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، اندر وہی ہوں یا بیرونی، فرد کا مسئلہ ہو یا افراد کا، اجتماع کا مسئلہ ہو یا اجتماعیت کا، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اہتمام کے ساتھ آپ سے مشورے فرمائے آپ کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔

دعوت و تبلیغ کے ایک قدیم کارکن محترم بھائی خالد سیف اللہ (دہلی) مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں آپ کے مشوروں کی اہمیت و افادیت اور آپ کی وجہ ترجیح کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ اس طرح سناتے ہیں:

”مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہم لوگ مولانا انعام الحسن صاحب سے بہت ڈرتے تھے چونکہ ان کا رعب بہت پڑتا تھا اس لیے ان سے دور دور رہتے تھے لیکن میں نے متعدد مشوروں ایسے دیکھے جس میں ساری شوری کی رائے ایک طرف اور مولانا انعام الحسن صاحب کی رائے ایک طرف تھی، لیکن مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب کی رائے سے ہٹ کر مولانا انعام الحسن صاحب کی رائے پر فیصلہ دے دیا۔ مشورہ کا یہ منظردیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوتی تھی، ایک مرتبہ میں نے تنہائی میں اس کی وجہ مولانا یوسف صاحب سے پوچھی تو فرمایا کہ بڑے حضرت کی زندگی میں سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہ کر دعوت کو مولوی انعام نے پیا ہے، خطوط کے جوابات بھی اکثر وہی لکھتے تھے۔ اس زمانے میں میرا ذوق تو حضرت شیخ والا ذوق تھا، ذکر اور مطالعہ و تصنیف۔ بڑے حضرت جب مجھے حکم دیتے تھے تو جماعت میں چلا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں میرے ذمہ بڑے حضرت نے دعوت کے عنوان سے حیاة الصاحبہ لکھنا طے فرمادیا میں ان دونوں اوپر کے ججرہ میں رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ بہت سے ٹیلی فون کے تاریخی ججرہ میں آرہے ہیں اور ہر تار کے ساتھ ایک

پرچہ چسپاں ہے جس پر کسی ملک کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو بڑا خوش ہوا اور میں نے یہ تعبیر لی کہ میری یہ کتاب حیات الصحابہ ان ملکوں میں جائے گی۔ لیکن جب بڑے حضرت سے یہ خواب سنایا تو خوش ہو کر تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ ان شاء اللہ ان ان ملکوں میں تمہارے ذریعہ دعوت کا کام پہنچے گا، لیکن مجھ پر اس وقت بھی کتاب و مطالعہ کا ایسا ذوق غالب تھا کہ میں نے یہ تعبیر سننے کے باوجود دل میں یہی سوچا تھا کہ نہیں ان ملکوں میں میری کتاب جائے گی۔“

دور یوفی میں آپ کی مثال اس کمانڈر جیسی تھی جو بڑی خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر رہ کر اپنے ماتحت عملہ کو برابر متحرک رکھتا ہوا وہ وقت وقت پر ضروری اور اہم ہدایات و مشورے دے کر ان کی قوت عمل اور نقل و حرکت کو بڑھاتا رہتا ہو۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب امامت و امارت مرحمت فرمایا اور اس کام کا بار بوجھ تن تھا آپ پر آگیا تو آپ نے عزیمت وجود جہاد اور سرفروشی و قربانی کی ایک ایسی عظیم الشان تاریخ رقم فرمائی کہ دنیا والے آج بھی اس پر حیران ہیں کہ گوشہ گنائی اوکنج تہائی میں رہنے والے اس مردو بیش نے اس قدر کامیاب بین الاقوامی قیادت اور عالمی رہنمائی کیسے کر دی۔





# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## جَامِعَةُ الدِّرْلِتَقْوٰى

کی جانب سے وائس ایپ (Whatsapp) پر



# روزانہ حدیث

کا سلسلہ حباری ہے

آپ بھی اپنے وائس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر کریں۔

**TAQWA**

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے وائس ایپ سے **TAQWA** لکھ کر 03222333224 پر جیسیں۔

+92-3-222-333-224    www.darultaqwa.org    [ijamia darultaqwa](#)

Mufti Online +92-300-4113082    ifta4u@yahoo.com



## آپ کے مسائل اور ان کا حل

دارالافتاء و التحقیق

آٹو مشین اور بالٹی میں کپڑے پاک کرنے کا طریقہ اور حکم

سوال:- 1:- ہم آٹو میک مشین میں کپڑے دھوتے ہیں۔ اس میں کپڑے دھونے سے کپڑے

پاک ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

2:- اگر بالٹی میں کپڑے دھوئیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ کہ کپڑے پاک ہو جائیں۔

آٹو میک مشین کا سسٹم یہ ہے کہ اس میں دو پاسپ لگے ہوتے ہیں، ایک پاسپ مستقل طور پر پانی والی ٹینکی سے لگا ہوتا ہے، جب ایک دفعہ مشین کپڑے دھولیتی ہے، تو دوسرا چکر کے لیے خود پانی لیتی ہے اور کپڑوں کو خود نجھوڑتی ہے۔ آدمی کا کام صرف ٹھنڈا دبانا ہوتا ہے، اور وہ بھی صرف پہلی مرتبہ جب کپڑے ڈالے جاتے ہیں، باقی کام خود مشین کرتی ہے، جب یہ کپڑے ڈھل جاتے ہیں تو خشک کرنے کے بعد مشین کپڑے نکالنے کے لیے الارم دیتی ہے۔ مشین نجھوڑتی اس طرح سے ہے کہ اگر ہاتھ سے نجھوڑا جائے تو پانی نہیں نکلتا۔

جواب:- 1- آٹو میک مشین میں چونکہ عام طور سے تین مرتبہ پانی لیا جاتا ہے۔ اور ہر مرتبہ نجھوڑا

بھی جاتا ہے۔ اس لیے آٹو میک مشین میں ناپاک کپڑے دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

2- اگر بالٹی میں ناپاک کپڑے دھوئے جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ پاک پانی سے دھویا جائے، اور ہر مرتبہ انہیں نجھوڑا جائے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کپڑے بالٹی میں ڈال کر اوپر سے ٹوٹی کھول دی جائے، یہاں تک کہ پانی بالٹی کے اوپر سے نکلا شروع ہو جائے اور اس پانی کو اتنی دیر تک بہنے دیا جائے کہ نجاست کے نکلنے کا غالب گمان ہو جائے۔ (فتویٰ نمبر: 8/159)

### سرٹک پر جمع شدہ بارش کے پانی کا کپڑوں پر لگنے کا حکم

سوال:- جب بارش ہو رہی ہوتی ہے تو عام طور پر سرٹک پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بعض اوقات ہم سرٹک پر جا رہے ہوتے ہیں اور پاس سے کسی گاڑی وغیرہ کے گذرنے سے کپڑوں پر چھینٹے پڑ جاتے ہیں تو کیا ان کپڑوں میں نماز ہو جاتی ہے؟

جواب:- جن کپڑوں پر جمع شدہ بارش کے پانی کے چھینٹے پڑ جائیں، ان کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اگر خود نجاست ہی کپڑوں کو لگ جائے اور وہ نجاست کی معاف مقدار سے زائد ہو تو پھر ایسے کپڑوں میں نماز جائز نہیں۔ (فتاویٰ نمبر: 8/165)

### عذر کی وجہ سے حائلہ عورت کا وائیٹ بورڈ پر قرآن کی آیات لکھنا

سوال:- ہمارے بنا کے مدرسے میں بچیوں کی ناظرہ تعلیم پہلے زبانی ہوتی تھی۔ چنانچہ جب معلمہ نے نمازوں پر حصہ ہوتی تھی تو وہ لفظ توڑ توڑ کر پڑھادیتی تھی۔ لیکن اب مکتب تعلیم القرآن (ٹرست) کی ترتیب مدرسے میں جاری کی گئی ہے، جس کے لیے بچیوں کو زبانی کھلوانے کے ساتھ ساتھ وائٹ بورڈ پر لکھنا بھی لازمی ہوتا ہے۔ اس صورت میں مذکورہ معلمہ کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا وہ آیت قرآنی لکھ سکتی ہیں؟

جواب:- مذکورہ صورت میں وائیٹ بورڈ پر قرآن کریم کی آیت لکھنے کی مجبوری ہو تو مذکورہ معلمہ وائیٹ بورڈ پر آیت قرآنی لکھ سکتی ہے بشرطیکہ ہاتھ وائیٹ بورڈ پر نہ لگے۔ تاہم احتیاط کرے تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ نمبر: 8/179)

### موجودہ زمانے میں خشک منی کو کھرچنے سے پاکی کا حکم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیا آجکل جو مردوں کی منی ہے، کیا وہ کھرچنے سے کپڑے پاک ہو جائے گا یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مفصل جواب دیں۔

جواب:- منی کپڑے پر لگی ہو اور خشک ہو تو منی کو کھرچنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ پہلے بھی یہی حکم تھا، اور آج کل بھی یہی حکم ہے۔ مسائل بہشتی زیور میں ہے:

”منی اگر کپڑے پر لگ جائے تو اگر تر ہے، تو دھونا واجب ہے۔ اور اگر کپڑے کو لگ کر خشک ہو

گئی تو اس کو مل کر کھرچ دینا بھی کافی ہے، اگرچہ یہاری کی وجہ سے تسلی ہو گئی ہو۔“ (121/1)۔

**نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے جسمانی تعلق قائم کرنا یا خلوت صحیح اختیار کرنا**

سوال:- کیا نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے میاں بیوی کا آپس میں جسمانی تعلق قائم کرنا یا

خلوت صحیح اختیار کرنا جائز ہے؟ اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:- نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے میاں بیوی کا جسمانی تعلق قائم کرنا یا خلوت صحیح اختیار

کرنافی نفسہ جائز ہے۔ البتہ ہمارے موجودہ دور میں رخصتی سے پہلے ہی جسمانی تعلق قائم کرنے یا خلوت صحیح اختیار کرنے میں عموماً متعدد دینی و دنیوی مفاسد کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس لیے درست نہیں۔۔۔ فقط و

اللہ تعالیٰ اعلم (فتویٰ نمبر: 8/292)

### ولیمہ کا مسنون وقت

سوال:- ولیمہ کا مسنون وقت کب ہے؟ نکاح کے فوراً بعد یا رخصتی کے بعد؟ پھر رخصتی کی صورت

میں اگر حقوق زوجیت کسی وجہ سے ادا کرنے کی نوبت نہ آئی ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب:- ولیمہ کا مسنون وقت کب ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح

سے لے کر رخصتی کے بعد تک جس وقت بھی نکاح یا شادی کے عنوان سے جو کھانا کھلایا جائے وہ ولیمہ ہے۔

لیکن ان اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ رخصتی کے بعد میاں بیوی کی کیجانی کے بعد ولیمہ کیا جائے۔ کیونکہ خود

آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام ﷺ کے عمل سے یہی ثابت ہے کہ یہ حضرات بیوی کے پاس رات

گزارنے کے بعد ولیمہ کیا کرتے تھے۔ میاں بیوی کی کیجانی کے بعد عموماً حقوق زوجیت ادا کرنے کی نوبت

آہی جاتی ہے، تاہم حقوق زوجیت کی ادائیگی سنت ولیمہ کے لیے ضروری نہیں۔ کیونکہ حقوق زوجیت ادا کرنے

کا ذکر فقد و حدیث کی عبارات میں نہیں ملتا، اور ولیمہ بھی یہ ایک امر مخفی ہے جس پر ولیمہ کی بنیاد نہیں رکھ سکتے۔

جن عبارات میں ”بعد الدخول“ کا ذکر ہے، اس سے مراد ہمیسرتی نہیں بلکہ بیوی کے پاس داخل ہونے کے بعد

کا وقت مراد ہے لیکن کیجانی کے بعد کا وقت، ورنہ توجہ قول میں ”عند الدخول“ ولیمہ کا وقت بیان کیا گیا ہے، اس سے مراد بھی

ہمیسرتی ہوگی اور عین ہمیسرتی کے وقت ولیمہ کو مسنون کہنا بعید ہے۔ اور حیا کے خلاف ہے (فتویٰ نمبر: 8/236)



امیر اللہ آپ حضرات کی بھرپور عاذل اور پر خلوص تقدیم کی بدولت پڑھی میں کیم جون بر فرد بھ کو ایک عظیم الشان دارالقرآن کا نگنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے جہاں مشرب شعبہ حفظہ کا سعی بنیاد پر تنظیم ہو گا۔ اداہا اس ثقہت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر زار ہے اور آپ حضرات سے مزید عاذل اور تقدیم کا طلب گارہ ہے

دارالقرآن

MODELQ ARCHITECTS & INTERIOR DESIGNERS

گاشن راوی برائج  
کاؤنٹر ٹائل: ۱۵۹  
برائج نمبر: ۱۰۰۱۸۲۰۶۶۰۰۰۱  
DARUL TAQWA TRUST  
MIB

ہم کھڑے ہیں اس مشکل وقت میں اپنے پاکستانیوں کے ساتھ



دارالتحقیقی طرست  
کے زیر انتظام

## امداد برائے سیلاب زدگان



متاثرہ علاقوں میں کمپ لگادیئے گئے ہیں  
سامان روانہ کر دیا گیا ہے مزید کی تیاری جاری ہے  
اس کا خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجئے



CONTACT US



0300-1582792



[www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org)



[/jamiadarultaqwa](https://www.youtube.com/jamiadarultaqwa)